© rasailojaraid.com



پروفیسر ڈاکٹر سعید اقبال قریشی
صدر شعبہ عربی اسلامیہ کالج
سول لائنز لاہور

# دیوان الحماسہ اور اس کی متداول شروح کا تحقیقی جائزہ

**لفظی تحقیق :**

اس کلمہ کا مادہ ''حمس'' ہے۔ یہ عربوں کے ہاں بہت مستعمل کلمہ ہے۔ اس کے معانی کے مختلف رنگ ہیں جن میں بہادری ، جوش ، غیرت ، ولولہ ، شر ، ہلاکت گمراہی ، شدت ، درشتی ، مضبوطی ، سرکشی ، حوصلہ مندی وغیرہ شامل ہیں۔ اس مادے سے مشتق کلمات میں یہی معانی کسی نہ کسی درجے میں پائے جاتے ہیں۔

فیروز آبادی لکھتے ہیں : حمس کفرح : اشتد و صاب فی الدین والقتال فهو حامس أحمس وهم حمس۔ پھر فرماتے ہیں : الحمس سنگلاخ زمین کو بھی کہتے ہیں اس کا واحد أحمس ہے۔ ایک اور معنی یہ لکھتے ہیں : ''أحمس'' لقب قریش ۔ ۔ ۔ ۔ ومن بایعهم فی الجاهلیة ۔ ۔ ۔ ۔ أو لالتجائکم بالحمساء وهی الکعبة لأن حجرها أبیض الی السواد۔

امام زبیدی نے فیروز آبادی کی بات کو آگے بڑھایا ہے اور ساتھ دیگر سابقین کی روایات بھی اکٹھی کر دی ہیں۔ لکھتے ہیں : أحمس : ''بین الحمس'' فرماتے ہیں ایسا پرہیزگار اور متقی شخص جو اپنے دین اور تقوے میں مبالغہ اور اپنے نفس پر اس سلسلے میں مشقت ڈالے اسے بھی ''أحمس'' کہتے ہیں ۔ ۔ ۔ مزید فرماتے ہیں : ابن العربی نے عمرو کے اس قول :

ع بتثلیث ما ناصبت بعدی الأحامسا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سے مراد قبیلہ قریش لیا ہے ۔ اس کے علاوہ دوسروں کے نزدیک اس سے مراد بنی عامر ہیں کیونکہ انھیں بنو قریش نے جنم دیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد تمام لوگوں میں سے جو بہادر ہیں[۲]۔ حضرت علیؓ نے اس کلمہ کو یوں استعمال کیا حمس الوغی یعنی جنگ میں سرگرمی پیدا ہوگئی ۔ ''الحَمِس'' تنور کو بھی کہتے ہیں ۔ ''الاحامس'' زمینوں کے ایسے ٹکڑے جہاں کوئی سرسبزی اور روئیدگی نہ ہو اور وہاں بارش بھی نہ ہوتی ہو ۔ مجازی طور پر ''أحمس'' کے معنی شدت و قحط والا سال ، کہا جاتا ہے ''العام الاحمس'' و ''سنۃ حمساء'' اسی سے کہا جاتا ہے ''أصابتھم سنون أحامس''[۳]

مولانا عبدالرحیم صفی پوری نے انہیں روایات کا فارسی میں ترجمہ کر دیا ہے البتہ مادے کا تعارف کرواتے ہوئے لکھتے ہیں ''حمس'' بالفتح آوازۂ جرس رحال ۔ ۔ ۔ وحمس ککتف : مرد درشت در دین و دلیر در حرب و دلاور احتمس الدیکان : جنگ کردند ۔ وحمیسۃ کسفینۃ[۴] : قلیۃ (زبیدی نے لکھا ہے وھی المقلاۃ یعنی Frying Pan)[۵] ۔

مستشرق ''Lane'' نے اپنی کتاب مدالقاموس Arabic English Lexicon میں اساس البلاغہ ، صحاح ، لسان ، تاج اور القاموس وغیرہ ہی سے استفادہ کر کے معنی وغیرہ کو ترتیب سے یکجا کر دیا ہے ۔ یہ لغات انگریزی میں ہے[۶] ، اسی طرح مستشرق سٹائن گیس Steingass نے بھی انہی معنی کو انگریزی میں ڈھال کر پیش کر دیا ہے اور کوئی نئی چیز پیدا نہیں کی ۔ بلکہ اس کی توجیہات مختصر ہیں[۷] ۔

زمخشری نے لکھا ہے کہ عربوں میں ''ھند'' نامی ایک قوم میں بہت ''حماست'' تھی ۔ ان کے نام سے دو محاورے چلتے ہیں ایک ''وقعوا فی ھند الاحامس'' ہے جو کسی شدت میں گرفتار ہونے پر بولا جاتا ہے اور دوسرا ''لقی فلان ھند الاحامس'' جب کوئی فوت ہو جائے[۸]۔

**قبائل الحمس من العرب :**

عربوں میں بعض ایسے قبائل بھی تھے جنھیں ان کی خاص قسم کی بہادری ،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



زورآوری اور بعض دیگر ایسی ہی صفات میں غیر معمولی شدت کی وجہ سے حمس کہا جاتا تھا ۔ ان کے بارے میں ابن حبیب نے لکھا ہے :

"(قبائل الحمس من العرب) قریش کلها ، خزاعة لنزولها مكة و مجاورتها قریشا ، وكل من ولدت قریش من العرب ، وكل من نزل مكة من قبائل العرب ۔ فمن ولدت قريش "كلاب و كعب و عامر و كلب بني ربيعة بن عامر بن صعصعة و أمهم مجد بنت تيم بن غالب بن فهر ۔ لبيد بن ربيعة نے اپنے اس شعر میں یہی خاتون مراد لی

سقى قومي بني مجد و أسقى نميرا والقبائل من هلال

والحارث بن عبد مناة بن كنانة ، و مدلج بن مرة بن عبد مناة بن كنانة لنزولهم حول مكة ، و عامر بن عبد مناة بن كنانة ، و مالك و ملكان ابنا كنانة ، وثقيف وعدوان و يربوع بني حنظلة ، ومازن بن مالك بن عمرو بن تميم و أمها جذلة بنت فهر بن مالك بن النضر ۔ و يقال ان بني عامر كلهم حمس لتحمس اخوتهم من بني ربيعة بن عامر ، و علاف وهو ربان بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعة ، و جناب بن هبل بن عبدالله من كلب ، و أمه امينة بنت ربيعة بن عامر بن صعصعة و أمها مجد بنت تيم الأدرم بن غالب بن فهر [9] ۔

ان قبائل کی اس صفت سے متصف ہونے کی وجہ مختلف لوگوں نے مختلف پیرایوں میں ادا کی ہے اگرچہ مفہوم کم و بیش ایک ہی ہے مثلاً زمخشری نے لکھا ہے :
(رجل أحمس من رجال حمس وحمس حمر : بين الحماسة وفيه حمس وهم اهل السماحة و الحماسة ۔ وهو رجل من الحمس) — وهم قريش لتحمسهم في دينهم و هو تصلبهم ۔

الجوہری لکھتے ہیں : الأحمس : الشجاع و انما سميت قريش و كنانة حمساً تشدد دهم في دينهم لأنهم كانوا لا يستظلون أيام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



منی ولا یدخلون البیوت من أبوابها ولا یسلئون السمن ولا یلقطون الجلة (وبر یعنی گوبر) و الحماسة : الشجاعة[10]۔

ابن درید نے قریش اور کنانہ کے ساتھ خزاعۃ اور بنی عامر بن صعصعہ کو بھی حمس میں شمار کیا ہے[11]۔

ابن منظور لکھتے ہیں: ''الحمس'' قریش و من ولدت قریش و کنانة و جدیلة قیس وهم فهم وعدوان ابنا عمرو بن قیس علان و بنو عامر بن صعصعة ۔۔۔ سموا حمسا لأنهم تحمسوا فی دینهم أی تشددوا ۔۔۔۔ وکانت الحمس سکان الحرم و کانوا لا یخرجون أیام الموسم الی عرفات ، انما یقفون بالمزدلفة و یقولون: نحن أهل الله فلا نخرج من الحرم ۔۔۔۔ آگے یہ بھی بتاتے ہیں کہ بنو عامر حرم کے ساکنین میں سے نہیں تھے لیکن پھر بھی ''حمس'' میں شمار کیے جاتے تھے کیونکہ ان کی ماں مجد بنت تیم بن مرة قرشی تھی ۔۔۔ بنو خزاعۃ بھی انہی لوگوں میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ وہ ایک زمانے میں حرم کے علاقے میں رہے لیکن بعد میں وہاں سے نکال دیئے گئے ۔ بعض کہتے ہیں کہ تھے یہ قریشی ہی لیکن بعد میں کسی وقت اپنے حسب نسب سمیت یمن منتقل ہو گئے ۔۔۔۔۔۔ (ایک روایت یہ بھی لکھتے ہیں) ''احماس العرب'' ان سب قبائل کو کہا جاتا تھا جن کی مائیں قرشی ہوتی تھیں یہ لوگ اپنے دین کے معاملے میں بہت متشدد ہوتے اور جنگ و جدل میں بہت شدت دکھاتے تھے[12]۔

**شارحین کی توجیہہ :**

اس وقت ہمارے سامنے حماسے کے قدیم شارحین میں سے دو کی شرحیں موجود ہیں ایک ابو علی احمد بن محمد بن حسین المرزوقی متوفی ۴۲۱ھ کی اور دوسری ابو زکریا یحییٰ بن علی الخطیب التبریزی متوفی ۵۰۲ھ کی ۔

مرزوقی لکھتے ہیں : ''الحماسة'' کے معنی بہادری اس کا فعل ''حمس'' ہے اسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سے کہا جاتا ہے رجل أحمس (بہادر شخص) اس کلمہ کا واحد أحمس اور جمع حُمس ہے ۔ اسی طرح جیسے دیگر صفات میں مثلاً أحمر(ج) حمر اور أشقر (ج) شقر آتی ہیں[۱۳] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کبھی اس کی جمع أسماء کی جمع کے وزن پر بھی آ جاتی ہے جیسے أحمد سے أحامد اور أجدل سے أجادل اسی طرح أحمس کی جمع أحامس ۔ اسی سے "حمس الشر" یعنی جنگ شدت اختیار کر گئی[۱۴] ۔

**تبریزی :**

تبریزی نے بھی اس کلمہ کی لفظی تحقیق کی ہے جس کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے ۔ اس کے بعد انھوں نے لکھا ہے کہ قریش جب احرام کی حالت میں ہوتے تو نہ پنیر بناتے نہ مکھن سے گھی تیار کرتے اور نہ بال یا اون وغیرہ لوچتے ۔ وہ کئی چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیتے تھے ۔ انہی خود ساختہ بندشوں میں احرام کی حالت میں گھروں میں داخلے کا مسئلہ تھا ۔ اس سلسلے میں تین طریقے رائج تھے ۔ حمس میں کوئی محرم ہوتا تو وہ دروازے کے راستے گھر میں داخل ہوتا ۔ اگر کوئی عام شہری ہوتا تو دروازے میں داخل ہونا اس پر حرام تھا ، اسے نقب لگا کر گھر میں جانا پڑتا اور اگر کوئی دیہاتی محرم ہوتا تو وہ گھر کے پچھواڑے سے پھلانگ کر گھر میں داخل ہوتا ۔

گھر میں داخل ہونے والی روایت میں "حمس" کو مستثنٰی قرار دینا فقط تبریزی کی روایت میں ہے ۔ باقی کسی روایت میں کوئی استثنائی صورت نہیں یعنی ہر ایک نے دروازے کے علاوہ کسی طریقے سے گھر میں کسی ہنگامی ضرورت کے تحت داخل ہونا تھا ۔ لیکن تبریزی نے اپنی روایت کی تائید میں ایک حدیث بھی نقل کی ہے جس میں لکھتے ہیں :

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ احرام کی حالت میں کسی گھر کے اندر دروازے کے ذریعے داخل ہوئے ۔ ایک صحابی قطبہ بن عامرؓ بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے داخل ہو گئے (یہ حمس میں سے نہیں تھے) ۔ آپؐ نے یہ تتبع ناپسند فرمایا اور ارشاد فرمایا : مجھ سے الگ رہو کیونکہ تم احرام کی حالت میں دروازے کے راستے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



داخل ہوئے ہو۔ صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ بھی تو محرم ہیں! ارشاد فرمایا: "میں احمسی ہوں"۔ عرض کیا: اگر آپ احمسی ہیں تو میں بھی احمسی ہوں کہ میں آپ کی لائی ہوئی ہدایت، سنت اور دین کا پیرو ہوں اور اس پر راضی ہوں ---------۔ اس بارے میں پھر قرآن مجید کی یہ آیت بھی نازل ہو گئی:

[۱۵]"و لیس البر بأن تأتوا البیوت من ظهورها"[۱۶]۔

**الحماسة عند العرب:**

عربوں کے ہاں بہادری، دلیری، اکھڑ پن، ولولہ انگیزی، ثابت قدمی، شدت، زعولت، فخر و مباہات میں خوب تعلیاں کرنا اور دوسرے کو دبانا وغیرہ یہ سب قسم کی صفات "حماسہ" میں آ جاتی تھیں۔ بلکہ اس زمرے میں بعض ایسی صفات بھی ان کے ہاں پسندیدہ تھیں جنھیں اسلام نے شرافت اور سلیم الفطرتی کے منافی قرار دیا ہے۔ ان میں بہت زیادہ شراب خوری، بات بے بات ایک دوسرے پر چڑھ دوڑنا، اگلے کو اپنی دھونس میں رکھنا، چھوٹی سی بات کو ایک بڑی جنگ کی بنیاد بنا لینا اور پھر اس جنگ کو خوب بھڑکانا۔ ان باتوں کا ثبوت ان کے کلام سے عام ملتا ہے۔ مثلاً حفص بن الاحنف الکنانی ربیعة بن مکدم کے مرثیہ میں کہتا ہے:

نفرت قلوصی من حجارة حرة
بنیت علی طلق الیدین وهوب

لا تنفری یا ناق منه فانه
شریب خمر مسعر لحروب[۱۷]

اس کے علاوہ خود جنگ کی ابتدا کرنا بھی بہادری کی نشانی تھی۔ ایسا شخص بہت قابل تعریف سمجھا جاتا تھا۔ اس سلسلے کی مثال اس شخص کے کلام سے بھی ملتی ہے جس کا ذکر صلیح جو قسم کے شعراء میں ہوتا ہے اور وہ بہت دانائی و حکمت کی باتیں کرنے کی وجہ سے حضرت عمرؓ کے نزدیک عربوں میں سے سب سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



بڑا شاعر ہے ۔ میری مراد زہیر بن ابی سلمی ہے جو اپنے ممدوح کی صفات گناتے ہوئے کہتا ہے :

جریء متی یظلم یعاقب بظلمہ
سریعا و الا یبد بالظلم یظلم[18]

گویا ظلم میں ابتدا قابل تحسین امر ہے ۔ ان صفات کے علاوہ دشمن پر یلغار کرنا شب خون مارنا ، تیز رفتار گھوڑے کی مدد سے دشمنوں کا تعاقب کرنا ، میدان میں ڈٹ کر مقابلہ کرنا ۔ کوئی چڑھ آئے تو ثابت قدمی سے اس کے حملے کو برداشت کرنا اور اسے رد کرنا ۔ میدان جنگ سے پہلو بچا کر بھاگنے سے اجتناب کرنا ۔ کم نفری پر بھی ڈٹے رہنا اور ہر قسم کی بزدلی سے بچے رہنے کی صفات سب سے قابل تحسین تھیں ۔

ان اجڈ اکڑ اور بے لگام مارے مارے پھرتے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے زبان فہمی اور زبان دانی کا عجیب و غریب ملکہ دیا تھا ، وہ ہر قسم کے خیالات واقعات اور جذبات کی تعبیر بہترین اشعار میں کرتے تھے ۔ خاص طور پر ان کا سب سے پسندیدہ موضوع "حماسہ" تھا ۔ اس موضوع پر شعراء نے خوب ذوق و شوق سے شاعری کی ہے جس کی وجہ سے باقی موضوعات شاعری کے مقابلے میں "حماسہ" کے موضوع پر اشعار بہت زیادہ ہیں ۔ ان کی شب و روز کی بدویانہ زندگی میں ہر وقت کوئی نہ کوئی بہادری ، دلیری وغیرہ کی بات ہوتی رہتی جسے یہ بے تکلف اشعار میں بیان کر دیتے تھے ۔ اور چونکہ زیادہ تر دست و گریباں رہنے کا شوق تھا اس لیے لڑائی جھگڑا ، فخر و مباہات دوسرے کو نیچا دکھانا اپنی بڑائی بیان کرنا اور دوسرے کو کمزور کرنا اپنی طاقت میں اضافہ کرنا ، نخلستان پر قبضے کے لئے لڑنا اور پھر اس لڑائی پر اپنے کارناموں کے ذکر کے حوالے سے فخر کرنا یہ سب باتیں انھیں شاعری کرنے کے لیے ایک تیار موضوع کے طور پر میسر تھیں ۔ کمزور قبیلے آپس میں اتحاد کر کے کسی طاقتور قبیلے کو نیچا دکھا دیتے تھے اور اس کا مال اسباب اور نخلستان ان کا مال غنیمت ہوتا تھا ۔ ان کی اس بود و باش کا نقشہ حالی نے خوب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کھینچا ہے :

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ  ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ  نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے

نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے  سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے  تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے
بلند ایک ہوتا تھا گر واں شرارہ
تو اس سے بھڑک اٹھتا تھا ملک سارا

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی  صدی جس میں آدھی انہوں نے گنوائی
قبیلوں کی کر دی تھی جس نے صفائی  تھی اک آگ ہر سو عرب میں لگائی
نہ جھگڑا کوئی ملک و ملت کا تھا وہ
کرشمہ اک ان کی جہالت کا تھا وہ

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا  کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لب جو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا  کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
یونہی ہوتی رہتی تھی تکرار ان میں  یونہی چلتی رہتی تھی تلوار ان میں[۱۹]

**دیوان :**

اس کلمے کے بارے میں علماء میں تھوڑا تھوڑا اختلاف پایا جاتا ہے ۔ بعض اسے عربی اور بعض غیر عربی یعنی معرب کہتے ہیں ۔

**امام جوہری :**

ان کا کہنا ہے یہ ''اصلا دوان'' تھا ایک واو کو یاء میں تبدیل کرکے دیوان بنا لیا گیا ۔ اس کی تائید اس کلمے کی جمع یعنی ''دواوین'' سے ہوتی ہے جہاں دو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



واویں پھر اکٹھی ہوگئی ہیں ۔ اگر "یاء" اصلی ہوتی تو جمع "دیاوین" آتی[۲۰] ۔ لیکن ابن درید اس کی جمع دیاوین ہی بتاتے ہیں ۔ ان کے نزدیک "دیوان" کی "یاء" اصلی ہے[۲۱] ۔

ابن منظور کہتے ہیں : الدیوان (مجتمع الصحف) لکھے ہوئے کاغذات کو جمع کرنے والی کتاب یا رجسٹر کو کہا جاتا ہے ۔ ابو عبیدہ کا کہنا ہے : یہ فارسی کلمہ ہے جسے معرب کر لیا گیا ہے ۔ ابن السکیت کہتے ہیں : یہ کلمہ دال کے کسرے سے ہے جبکہ کسائی کا کہنا ہے کہ دال کے فتحہ سے بھی ہے ۔ ۔ ۔ اس کے "واو" کے اصلی ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ اس کی تصغیر دویون آتی ہے ۔ ابن الاثیر کا کہنا ہے کہ یہ وہ رجسٹر ہوتا ہے جن میں فوجیوں کے نام اور عطیے وغیرہ پانے والوں کے نام (ریکارڈ کے طور پر) لکھے جاتے ہیں ۔ اس رجسٹر کی سب سے پہلے تیاری حضرت عمرؓ نے کروائی تھی ۔ یہ کلمہ فارسی سے عربی میں آیا ہے[۲۲] ۔

امام فیومی نے لکھا ہے : دیوان کے معنی حساب کتاب کا رجسٹر پھر فقط رجسٹر کے معنی میں استعمال ہونے لگا پھر گردش ایام کے ساتھ ساتھ وہ جگہ جہاں بیٹھ کر حساب کیا جاتا تھا اسے بھی دیوان کہنے لگے ۔ یہ معرب کلمہ ہے اس کی اصل شکل "دوّان" تھی جسے دیوان بنایا گیا ۔ اس قیاس کا سبب یہ ہے کہ اس کی جمع تکسیر "دواوین" اور اسم تصغیر "دویون" آتا ہے اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جمع تکسیر اور تصغیر کی صورت میں اسماء کو ان کے اصل حروف کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے ۔ اس سے فعل "دونت الدیوان" آتا ہے[۲۳] ۔

مستشرق Lane نے سب کتابوں سے اس کے معنی اکٹھے کر کے ان کا خلاصہ یوں لکھا ہے :

امام زبیدی لکھتے ہیں : کہ الماوردی نے الاحکام السلطنة میں لکھا ہے :

الدیوان موضوع لحفظ ما تعلق بحقوق السلطة من الأعمال و الأموال و من یقوم بها من الجیوش و العمال[۲۴] ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



پھر زبیدی اپنی طرف سے لکھتے ہیں : کئی لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ نام کسریٰ کا رکھا ہوا ہے ۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ ایک دفعہ اس نے اپنے کاتبوں وغیرہ کو کام کرتے دیکھا تو ان کی سرعت سے وہ حیران رہ گیا بے ساختہ کہنے لگا : "ھذا عمل دیوان" (یعنی یہ تو جنوں کی طرح کام ہو رہا ہے) (فارسی میں دیو کے معنی جن اور "ان" جمع کی علامت ہے) بس جس دفتر میں یہ کام ہو رہا تھا اس کا نام ہی دیوان ہو گیا ۔ المناوی کا کہنا ہے : دیوان حساب کے رجسٹر کو کہتے تھے اور جس جگہ حساب کتاب ہوتا اس کو بھی دیوان کہنے لگے[۲۵] ۔

**الخفاجی :**

ان کا کہنا ہے کہ یہ کلمہ "دال" کے کسرے سے ہے فتحہ سے کہنا غلط ہے ۔ اصمعی نے کہا ہے کہ یہ فارسی کلمہ ہے جسے معرب کیا گیا ہے ۔

مرزوقی کہتے ہیں کہ یہ عربی کلمہ ہے اس لیے جب کسی کلمے کو ضبط کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں دونت الکلمہ ۔ اسی فعل سے یہ اسم دیوان بنا کیونکہ اس میں لوگوں کے حالات ضبط کیے جاتے ہیں ۔ یہ بات اس چیز کی بین دلیل ہے کہ یہ کلمہ معرب نہیں ۔ یہ کلمہ کتاب دفتر یا رجسٹر کے لیے بھی بولا جاتا ہے لیکن عرف عام میں اس رجسٹر کو کہتے ہیں جس میں اشعار اکٹھے کیے گئے ہوں[۲۶] ۔

زبیدی لکھتے ہیں کہ میرے پاس امام ذہبی کی ضعفا اور متروکین کی ایک ایسی قلمی کتاب ہے جس کا نام ہی انھوں نے دیوان رکھا ہے ۔

**خلاصہ کلام :**

ان تمام تفصیلات کا ماحاصل یہ ہے کہ یہ کلمہ مختلف معنوں میں استعمال ہوتا آیا ہے اور ان معانی کی تعیین سیاق و سباق سے ہوتی رہی ہے ۔ ان رنگا رنگ معانی میں شاعری کے مجموعے کو بھی دیوان کہا جانے لگا اور یہ لفظ اس فن کے ساتھ ایسا منسلک ہوا کہ مجرد یہی کلمہ بولا جائے تو سمجھنے والے یہی بات اخذ کرتے ہیں کہ شاعری کے مجموعے کا ذکر کیا جا رہا ہے ۔ اس لفظ کو شاعری کے ساتھ سب سے پہلے خاص کرنے کا سہرا حضرت عمر فاروق رض کے سر پر ہے جنھوں نے فرمایا تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



''الشعر دیوان العرب'' ان کی مراد یہ تھی کہ جس طرح کسی اشکال کو دور کرنے کے لیے سرکاری ریکارڈ کی طرف کیا جاتا ہے اسی طرح لسانی عقبات اور مشاکل کے لیے عربوں کا ''مرجع اور ریکارڈ آفس'' ان کی شاعری ہے۔

بعد میں ہر شخص کا انفرادی مجموعہ کلام بھی دیوان کہلانے لگا جو آج تک رائج چلا آ رہا ہے۔

## دیوان الحماسہ

یہ وہ دیوان ہے جسے مشہور زمانہ شاعر ابو تمام حبیب بن اوس الطائی متوفی ۲۳۱ھ نے کلام عرب میں سے منتخب کر کے یکجا لکھا۔ اس مجموعے کا نام ہمیں یہ بات بخوبی سمجھا دیتا ہے کہ اس میں ایسے اشعار جمع کیے گئے ہیں جن میں ''حماسہ'' کا پہلو بہت نمایاں ہے۔ ابو تمام نے ''حماسہ'' کے علاوہ بھی اس میں بہت سے شعر مختلف موضوعات کے جمع کیے ہیں۔ ان سب کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) باب الحماسہ (۲) باب المراثی (۳) باب الأدب (۴) باب النسیب (۵) باب الهجاء (۶) باب الأضیاف والمدائح (۷) باب الصفات (۸) باب السیر والنعاس (۹) باب الملح (۱۰) باب مذمۃ النساء

براہ راست ابو تمام وغیرہ میں سے کسی نے روایت نہیں کیا کہ اس کتاب کا نام ''دیوان الحماسہ'' تھا کیونکہ عبدالسلام محمد ہارون نے کہا ہے کہ یہ سارا دیوان تو دس ابواب پر مشتمل ہے جن میں سے فقط ایک باب ''الحماسہ'' پر ہے۔ لیکن بالواسطہ ایک روایت سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ نام غالباً ابو تمام نے خود ہی رکھا تھا۔ یہ روایت المؤتلف و المختلف صفحہ ۱۸۱ پر ہے جس میں لکھا ہے کہ ''المثلم بن عمرو التنوخی کو الطائی نے اپنے انتخابات میں سے جس کا نام الحماسہ ہے، اشعار پڑھ کر سنائے۔

**وجہ تسمیہ:**

اس کا یہ نام کیوں رکھا گیا؟ اس کی وجہ تو کسی نے واضح طور بیان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



نہیں کی اگر انسان غور کرے تو مندرجہ ذیل باتیں اس سلسلے میں ذہن میں آبھرتی ہیں :

(الف) اس انتخاب کا پہلا باب ''الحماسہ'' ہے اس لیے اس بنا پر پوری کتاب کا نام ہی حماسہ رکھ دیا گیا ۔ یہ طریقہ کتابوں وغیرہ کے نام رکھنے میں مروج چلا آ رہا ہے ۔ امام خلیل بن احمد نحوی عروضی نے اپنی لغت کی کتاب کا نام ''العین'' رکھا ہے ۔ یہ اس لیے کہ اس نے اس کتاب میں آنے والے مادوں کو مخارج کی ترتیب سے مرتب کیا ہے اور اس کے نزدیک سب سے بعید مخرج حرف ''عین'' کا ہے ۔ اس لئے وہ پہلے ''عین'' والے حروف لایا ہے اور اسی پر کتاب کا نام بھی رکھ دیا ہے ۔ پھر قرآن میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں یعنی سورہ فاتحہ الحمد بھی کہا جاتا ہے اسی طرح حضرت کعب بن زہیر کے قصیدے کو ''بانت سعاد'' اور امرؤ القیس کے قصیدے کو ''قفانبک'' کہتے ہیں ۔

(ب) باب الحماسہ اسی انتخاب کے کم و بیش نصف حصے کے برابر ہے جبکہ باقی نصف میں نو باب ہیں اسی لیے باب اول کی طوالت و اہمیت کے پیش نظر ''تسمیۃ الکل بالجزء'' کے طریقے کے مطابق پورے انتخاب کا نام ''دیوان الحماسۃ'' رکھ دیا گیا ۔ اسی طرح جیسے قرآن مجید کی بعض سورتوں کے نام ان (سورتوں) میں آنے والے کسی معروف واقعہ کی شہرت یا اہمیت کی وجہ سے انہی پر رکھ دیئے گئے جیسے سورۃ البقرۃ یا آل عمران یا یوسف[۴] وغیرہا ۔

تبریزی نے اس کی وجہ تسمیہ ذرا مختلف انداز میں بیان کی ہے ۔ لکھتے ہیں :

'' و یقال انہ سمی بالحماسۃ من قبیل التغلیب لأن الحماسۃ شجاعۃ العرب وھی الأولی من صفاتھم ۔ ولاخلاف أن شعر الحماسۃ فی الکتاب أحق أن یغلب علی سائر اشعارہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ولكن لكثرته أو سبقه في الترتيب أولا مرين جميعا۔"

استاد علی النجدی تبریزی کی یہ عبارات نقل کر کے لکھتے ہیں : "تبریزی کا یہ کہنا کہ حماسہ ان کی سب سے مقدم صفت تھی اس بنا پر اس دیوان کا یہ نام رکھا گیا ـــــ تو مجھے اس سے اتفاق نہیں کیونکہ یہاں موقع فنون شعر میں سے کسی کو منتخب کر کے فضیلت دینا یا انتخاب کرنا ہے (جس سے کتاب کا نام رکھا جائے) عربوں کی صفات (کو ملحوظ رکھ کر کتاب کا نام رکھنے) کا یہاں کوئی موقع نہیں اور نہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ابو تمام جب یہ انتخاب کر رہا تھا تو اس کے ذہن میں یہ بات تھی جو تبریزی کو سوجھی ہے ۔ یہ فقط اتفاق ہے کہ حماسہ کے موضوع پر اشعار زیادہ اکھٹے ہوگئے ۔ اس کی ظاہری وجہ یہی نظر آتی ہے کہ "حماسہ" کا موضوع متعدد پہلوؤں والا ہے ۔ اس میں فخر ، بزرگی ، جنگ جوئی اور ذاتی اوصاف وغیرہ کئی رنگ ہیں ۔ یہی رنگا رنگی کثرت اشعار کا سبب بنی[۲۷] ۔

**منتخب کا تعارف :**

"دیوان الحماسہ" کے حوالے سے بات مزید آگے بڑھانے سے قبل اس کے منتخب یعنی ابو تمام حبیب بن اوس الطائی کے حالات کا ایک خاکہ دیکھ لیں :

"ابن خلکان نے مختلف مراجع سے ابو تمام کے بڑے جامع حالات لکھے ہیں جو کافی دلچسپ ہیں ۔ اس میں آس کے شجرۂ نسب کی تفصیل لکھی ہے اور اس میں اختلاف کی بھی نشاندہی کی ہے ۔ لکھتے ہیں کہ آمدی نے "الموازنة بين الطائيين" میں بتایا ہے کہ اس کے والد نصرانی تھے جسے تدوس العطار کہتے تھے ۔ بعد میں یہ کلمہ اوس بن گیا ۔

یہ دمشق کے قریب ایک بستی جاسم[۲۸] کے رہنے والے تھے ۔ ابوتمام کی پیدائش اسی بستی میں ہوئی بعد میں اس کے والد مصر منتقل ہوگئے اور وہیں اس کی نشو و نما ہوئی ۔

ابو تمام کے والدین غریب تھے چنانچہ اس نے حصول معاش کے لیے "جامع عمرو"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میں لوگوں کو مٹکے سے پانی پلانا شروع کر دیا - وہاں رہنے کی وجہ سے اس کی دلچسپی علماء سے پیدا ہوگئی - اسے وہاں ان کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا - یہ وہ دن تھے جب علماء کی نشت و برخاست مساجد ہی میں ہوتی تھی - چنانچہ ان کی صحبت سے ابو تمام بھی متاثر ہوا اور اسے بھی علوم و فنون سے دلچسپی پیدا ہوگئی - اس نے آہستہ آہستہ شعر حفظ کرنے شروع کر دیئے اور کچھ ہی عرصہ بعد اپنے ارد گرد کے ماحول میں اپنے وجود کا احساس پیدا کر دیا - یہاں سے پھر بغداد منتقل ہوگیا جہاں معتصم کی مدح کی اور اس کے مقربین میں سے ہوگیا - پھر اس کے وزیر محمد بن الزیات کی مدح کی اور اس کے بعد صاحب دیوان الرسائل الحسن بن وھب کی بھی مدح کرنے لگا -

ابو تمام سرخ و سفید رنگ کا طویل القامت فصیح اللسان اور شیریں کلام جوان تھا - اس کی زبان میں کچھ لکنت تھی - اسے تحصیل علم اور شاعری کے ذوق کی ایسی چاٹ لگی کہ ان دونوں کاموں میں داجمعی کے ساتھ لگ گیا ، یہاں تک کہ اپنے ہم عصروں میں غیر معمولی مقام پیدا کر لیا اور اسے اپنے زمانے کا بہت عمدہ شاعر شمار کیا جانے لگا - اس کی تعریف میں لکھا ہے :

" کان واحد عصرہ فی دیباجۃ لفظہ و بضاعۃ شعرہ و حسن اسلوبہ ۔۔۔ و کان لہ من المحفوظات مالا یلحقہ فیہ غیرہ ۔۔۔

اس کے حافظے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اسے فقط ارجوزوں میں سے چودہ ہزار زبانی یاد تھے اور قصائد اور قطعے ان کے علاوہ تھے - وہ خلفائے وقت اور امرائے عصر کی مدح کرتا رہا اور ان سے گراں قدر انعامات بھی پائے -

اس کے ایک ہمسر اور ہمعصر عبدالصمد بن المعذل نے بصرے میں اپنی خوب دھاک بٹھا رکھی تھی - ابو تمام نے وہاں جانے کا ارادہ کیا تو اسے خبر پہنچ گئی - اس نے اسے نیچا دکھانے کے لئے اس کی ہجو کہہ دی تا کہ وہ اسے ڈرا کر اور بدنام کر کے بصرے میں آنے سے روک دے - ابو تمام نے اس کی ہجو کے جواب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میں یہ مزیدار شعر لکھ بھیجے ۔

أفی تنظم قول الزور و الفند
و أنت أنقص من لا شیٔ فی العدد
أشرجت قلبک من غیظ علی حنق
کأنہا حرکات الروح فی الجسد
أقدمت ویلک من ھجوی علی خطر
کالعیر یقدم من خوف علی الأسد

یہ شعر جب عبدالصمد کو پہنچے تو پہلے دو شعروں پر تو اس نے اعتراض جڑ کر انہیں رد کر دیا لیکن تیسرے شعر پر اپنے ہونٹ کاٹنے لگا ۔ ۔ ۔

ابو تمام نے ''ابو دلف العجلی'' کے سامنے جب اپنا وہ بائیہ قصیدہ پڑھا جس کا مطلع یہ ہے :

علی مثلھا من اربع و ملاعب
اذیلت مصونات الدموع السواکب

تو اس نے خوش ہو کر پچاس ہزار درہم انعام میں دیئے اور ساتھ ہی یہ کہا کہ بخدا تمہارے شعروں کی صحیح حق ادائی ان سے بھی نہیں ہوئی ۔ پھر کہنے لگا کہ تمہارا وہ مرثیہ جو تم نے محمد بن حمید الطوسی کی یاد میں کہا ہے اور جس کا مطلع یوں ہے :

کذا فلیجل الخطب و لیفدح الدھر
فلیس لعین لم یفض ماءھا عذر

اے کاش کہ وہ میرے لیے ہوتا ۔ ابو تمام بول اٹھا : بلکہ میں تو اپنی جان اور اہل و عیال امیر پر قربان کرتا ہوں اور امیر سے پہلے مرنے کو تیار ہوں ۔ اس پر امیر نے کہا : بے شک وہ شخص کبھی نہیں مرتا جس کا ایسا مرثیہ کہا گیا ہو ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



علماء کہتے ہیں کہ قبیلہ طی میں سے تین شخص غیر معمولی شہرت کے مالک ہوئے جن میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے میدان میں غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ ان میں سے اول حاتم طائی جو سخاوت میں مشہور ہوا، دوم داؤد بن نصیر الطائی زہد میں اور سوم ابو تمام حبیب بن اوس الطائی شاعری میں۔

ابو تمام کے اشعار کو سب سے پہلے ابوبکر الصولی نے حروف تہجی کی ترتیب سے اکٹھا کیا۔ پھر علی بن حمزۃ الاصبہانی نے انہیں شاعری کی اقسام سے مرتب کیا یعنی انہیں سات قسموں میں تقسیم کرکے ہر قسم کے قصائد کو باہم حروف تہجی کی ترتیب سے مرتب کر دیا۔ وہ قسمیں مندرجہ ذیل ہیں:

المدیح، الھجا، المعاتبات، الاوصاف، الفخر، الغزل، المراثی۔

اس کے دیوان کی ابو زکریا التبریزی نے شرح لکھی ہے۔ ابوالعلاء المعری نے اس دیوان کا خلاصہ بنایا اور اس کا نام "ذکری حبیب" رکھا۔ اس کے دیوان کی اور علماء نے بھی شرحیں لکھی ہیں جن کا ذکر حاجی خلیفہ نے کیا ہے[۲۹]۔

اس کے بیٹے کا کہنا ہے: "میرے والد ۱۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ الحسن بن وھب نے انہیں موصل کے علاقے میں محکمہ ڈاک کا نگران مقرر کیا۔ اسی عہدے پر دو برس سے بھی کم عرصہ تک فائز رہنے کے بعد موصل ہی میں ۲۳۱ھ میں وہ وفات پا گئے۔" بعض تاریخ وفات ۲۳۲ھ بتاتے ہیں[۳۰]۔

اس کے محکمہ ڈاک پر مقرر کیے جانے کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ اس کی خواہش تھی کہ یہ عہدہ اسے کسی طرح مل جائے لیکن بات بنتی نہیں تھی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ وہ خلیفہ کا قصیدہ کہتے کہتے اس شعر پر پہنچا:

اقدام عمرو فی سماحۃ حاتم
فی حلم أحنف فی ذکاء ایاس

تو پاس بیٹھے ہوئے وزیر نے ٹوکا کہ تم ہمارے امیر المومنین کو اکھڑ اور اجڈ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



عربوں سے تشبیہہ دیتے ہو ! اس پر ابو تمام نے چند لمحے توقف کیا ، پھر کہنے لگا :

لا تنکروا ضربی لہ من دونہ مثلا شرودا فی الندی والباس

فاللہ قد ضرب الاقل لنورہ مثلا من المشکاۃ والنبراس

یہ شعر اس نے اسی وقت کہے تھے ۔ ان کو سوچتے ہوئے اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا ۔ وزیر نے جب اس کی ذہانت و فطانت اور شدت تفکیر دیکھی تو خلیفہ سے کہنے لگا کہ یہ شخص جو کچھ مانگے اسے دے دو کیونکہ یہ چالیس دن سے زیادہ زندہ نہیں رہے گا ۔ ایسا شخص اس سے زیادہ زندہ رہ بھی نہیں سکتا ۔

ابوبکر الصولی کا کہنا ہے کہ یہ قصیدہ احمد بن المعتصم کی مدح میں پڑھا تھا چنانچہ دیوان سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے ---- اس کی وفات ابن خلکان نے ۲۲۸ھ یا ۲۲۹ھ یا ۲۳۱ھ یا ۲۳۵ھ لکھی ہے ۔

البحتری کا کہنا ہے کہ ابو تمام کی قبر پر ابو نہشل بن حمید الطوسی نے قبہ بنوایا ۔ میں نے (ابن خلکان) موصل میں باب المیزان کے باہر اس کی قبر دیکھی جو ایک خندق کے کنارے ہے ۔ عام لوگ اسے تمام الشاعر کی قبر بتاتے ہیں ۔ مجھ سے عفیف الدین ابو الحسن علی بن عدلان الموصلی نے بیان کیا کہ اس نے شرف الدین ابو المحاسن محمد بن عنین سے اس کے اس شعر کے بارے میں پوچھا :

سقی اللہ دوح الغوطتین ولا ارتوت

من الموصل الحدباء الا قبورھا

کہ اس نے موصل کو سیرابی سے محروم کرکے خاص طور پر قبروں کے بارے میں دعا کیوں کی ہے ؟ تو اس نے جواب دیا : ابو تمام کی وجہ سے[۳۱] ۔

اس کی ذہانت و فطانت کے بارے میں ایک اور واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ اس نے وزیر محمد بن عبدالملک زیات کی اپنے اس قصیدے سے مدح کی جس کا مطلع یوں ہے :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



دیمہ سمحۃ القیاد سکوب
مستغیث بھا الثری المکروب

قصیدہ سن کر زیات نے کہا: یا أبا تمام انک لتحلی شعرک من جواھر لفظک و بدیع معانیک ما یزید حسنا علی بھی الجواھر فی اجیاد الکواعب و ما ید خرلک من جزیل المکافأۃ الا ویقصر عن شعرک فی الموازاۃ۔"

اس کے پاس ایک فلسفی بیٹھا تھا وہ کہنے لگا: رأیت فیہ من الحدۃ و الذکاء و الفطنۃ مع لطافۃ الحس وجودۃ الخاطر ما علمت بہ أن النفس الروحانیۃ تأکل جسمہ کما یأکل السیف المھند غمدہ ۔ ۔ ۔ ۔ وکذا کان[32] ۔

**سبب تدوین دیوان الحماسۃ :**

قرآن مجید میں آیا ہے "و عسی أن تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم۔" یا اسی مفہوم کا عربوں کے ہاں محاورہ ہے کہ رب ضارۃ نافعۃ ـــــــ یہی صورت حال ابو تمام کے ساتھ پیش آئی ۔ اسے ایک جگہ اپنی مرضی کے خلاف موسم کی خرابی کی وجہ سے رکنا پڑا جس کے نتیجے میں عربی زبان و ادب کو عربی شاعری کا ایک بہترین انتخاب مل گیا اور خود ابو تمام کا نام بھی اس حوالے سے شاید قیامت تک زندہ و جاوید ہوگیا ۔ اس اجمال کی تفصیل تبریزی نے یوں بیان کی ہے :

"ابو تمام نے خراسان میں عبداللہ بن طاہر کی مدح کا ارادہ کیا ۔ جب وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ امیر عبداللہ بن طاہر کے مقرر کردہ ابو المثیل اور ابو سعید الضریر کو پہلے قصیدے سنا کر ان کی منظوری کے بعد امیر تک رسائی ہوتی ہے ۔ ابو تمام نے بھی انہیں قصیدہ سنا دیا جسے بہت پسند کیا گیا اور ابو تمام کو عبداللہ تک پہنچا دیا گیا ۔ امیر عبداللہ بھی بہت خوش ہوا اور انعام میں ایک ہزار دینار دیئے۔ انعام لے کر ابوتمام عراق کا قصد کر کے واپس چل پڑا ۔ ابھی ہمدان میں پہنچا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



تھا کہ شدید برف باری شروع ہوئی جس سے تمام راستے مسدود ہو گئے اور سفر ناممکن ہو گیا ۔ ابو تمام سخت پریشان ہوا لیکن اس کے میزبان ابو الوفاء ابن سلمہ نے اسے غنیمت جانا ۔ ابو تمام کی خوب خاطر و مدارات کی اور ابو تمام کو وہیں دل لگا لینے کا مشورہ دیا کیونکہ اس برف کو پگھلنے کے لیے کافی عرصہ درکار تھا ۔ چنانچہ ابو تمام بادل نخواستہ وہاں رک گیا ۔

ابو الوفاء نے ابو تمام کی دل لگی کے لیے اپنا سارا کتب کا ذخیرہ اس کے حوالے کر دیا تاکہ وہ مشغول ہو جائے ۔ ان کتابوں نے ابو تمام کو اپنے ساتھ اُلجھا لیا ۔ وہ ان کے مطالعے میں منہمک ہوگیا ۔ وہاں بیٹھے بیٹھے اسے اشعار کے انتخاب کا خیال آیا ۔ چنانچہ اس نے پانچ کتابیں لکھ ڈالیں ۔ انہیں میں سے ایک دیوان الحماسہ اور ایک الوحشیات ہیں ۔

موسم بدلا تو ابو تمام اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگیا لیکن ''الحماسہ'' آل سلمہ کے کتب خانے کی زینت بنا گیا ۔ آل سلمہ نے اس انتخاب کی بہت حفاظت کی ۔ وہ کسی شخص کو یہ کتاب دینے کو تیار نہ ہوتے تھے ۔ لیکن گردش ایام کے ساتھ ایک وقت آیا کہ دینور کا ایک شخص ابو العواذل وہاں پہنچا اور کسی طریقے سے یہ دیوان حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا ۔ اسے وہ لے کر اصفہان پہنچا ۔ جب وہاں کے ادباء نے اسے دیکھا تو اس انداز کی باقی سب کتابیں چھوڑ چھاڑ سب اسی پر مر مٹے ۔ چنانچہ یہ کتاب پہلے ان کے حلقے میں پھیلی اور پھر آہستہ آہستہ وہاں سے نکل کر دیگر تمام علاقوں میں پھیل گئی[۳۳] ۔

**زمانۂ تدوین :**

اس کی تدوین کا ٹھیک ٹھیک زمانہ معین کرنا ممکن نہیں لیکن ایک اندازے سے قریب قریب زمانے کا تعین ہو جاتا ہے ۔ وہ اس طرح کہ جب ابو تمام مصر سے بغداد آیا ہے تو وہاں اس نے المعتصم کے وزیر محمد بن عبدالملک زیات کی مدح کی ہے ۔ معتصم ۲۱۸ھ میں خلیفہ بنا تھا ۔ بغداد سے نکل کر مختلف حکمرانوں کی مدح کرتا اور مختلف علاقوں میں پھرتا رہا ۔ اسی جولانی کے دوران اس نے ایک روایت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کے مطابق الحسن بن وھب کی مدح کی جس نے اس کی خواہش کے احترام میں اسے موصل میں محکمہ ڈاک کا نگران مقرر کر دیا ، جہاں وہ دو سال سے کچھ کم عرصہ ملازمت کر کے ۲۳۱ھ میں فوت ہوگیا[۳۴]۔ اس تمام آمد و رفت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ابو تمام کو مصر سے نکلنے کے بعد آل سلمہ تک پہنچتے ہوئے کم از کم دو سال لگے ہوں گے ۔ اسی بناء پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ حماسہ کی تدوین ۲۲۰ھ کے لگ بھگ کسی وقت ہوئی ہے ۔ یہ عین ممکن ہے کہ اس کی تدوین اس سال مذکورہ سے زیادہ عرصہ بعد میں نہ ہوئی ہو[۳۵]۔

**انتخاب پر ایک نظر :**

**رجز کا مسئلہ :** روایات میں عام ملتا ہے کہ ابو تمام کو چودہ ہزار ارجوزے زبانی یاد تھے لیکن عجیب بات ہے کہ ابو تمام کے انتخاب میں ان ارجوزوں میں سے کسی قطعہ کو یا ویسے دیگر رجزیہ اشعار میں سے کسی کو کوئی حصہ نہیں ملا۔ ابو تمام نے اس کو بالکل در خور اعتناء نہیں سمجھا ۔ شاید اس کے نزدیک بھی رجزیہ اشعار کی بحیثیت قسم شعر کوئی خاصی اہمیت نہیں تھی ، کیونکہ ان کے ہاں فحول الشعراء میں یہ بات پائی جاتی تھی کہ وہ چھوٹی بحر میں شعر کہنے کو اپنی شان کے منافی سمجھتے تھے ۔ رجزیہ اشعار چھوٹی بحروں میں ہوتے تھے اور اکثر مجزو ، مشطور یا منہوک ہوتے تھے ۔ اخفش تو مشطور اور منہوک اشعار کو نظم میں شمار ہی نہیں کرتا تھا ۔ وہ اسے مسجع نثر کہا کرتا تھا ۔ ابو العلاء معری بھی رجز کی تحقیر کرتا تھا اور کہا کرتا تھا ۔ ”الرجز أضعف من الشعر“ جریر کے ہمعصر ھشام المرئی کی ذوالرمہ سے کھٹ پھٹ رہتی تھی ۔ جریر نے اسے ابھارا کہ وہ ذوالرمہ کے لتے لے لیکن اس نے اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے کہا : ”میں کیا کروں ، میں تو رجز گو ہوں اور وہ قصیدہ گو ہے اور ہجو کے مقابلے میں رجز قصیدے کا مقابلہ نہیں کر سکتی ۔“

**ترتیب ابواب :**

ابو تمام نے ابواب کی موجودہ ترتیب کیوں رکھی یہ وہ ہی جانے ۔ اس نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



پہلا باب الحماسہ رکھا ہے جو سب سے طویل ہے اور آخری باب ''مذمة النساء'' رکھا ہے ۔ لیکن اگر اشعار کی تعداد کے لحاظ سے ترتیب دی جاتی تو اسے یوں مرتب ہونا چاہیے تھا :

اول : باب الحماسہ جس کے ۱۲۲۴ اشعار ہیں ۔ دوم : باب المراثی جس کے ۶۱۶ اشعار ہیں ۔ سوم : باب الأضیاف جس کے ۵۵۳ اشعار ہیں ۔ چہارم : باب النسیب جس کے ۵۱۰ اشعار ہیں ۔ پنجم : باب الھجاء جس کے ۳۱۶ اشعار ہیں ۔ ششم : باب الأدب جس کے ۲۶۳ اشعار ہیں ۔ ہفتم : باب الملح جس کے ۱۰۳ اشعار ہیں ۔ ہشتم : باب مذمة النساء جس کے ۶۵ اشعار ہیں ۔ نہم : باب السیر و النعاس جس کے ۴۵ اشعار ہیں ۔ دہم : باب الصفات جس کے ۱۷ اشعار ہیں ۔

**انتخاب کا طریقہ :**

ابو تمام کے انتخاب میں ایسے اشعار بہت شاذ ملیں گے جو مشکل اور الجھے ہوئے معانی والے ہوں یا ظاہری شان و شوکت ہو اور معانی میں کچھ جامع نہ ہوں ۔ بلکہ اس کا انداز ہی یہ ہے کہ شعر اس کے قائم کردہ باب سے معنوی تطابق رکھتے ہوں اور وہ اس بات پر نظر جمائے رکھتا ہے کہ الفاظ پر معانی اور مفاہیم دور رس اور اثر انگیز ہوں ۔ چنانچہ اس نے پہلے باب میں نخوت ، غرور ، مشاکل پر صبر ، مشقتوں اور مصائب کو مردانہ وار برداشت کرنا ، فخر وغیرہ تمام صفات کو ایک ہی باب میں جمع کر دیا ہے اور باب الفخر وغیرہ قسم کے ابواب الگ نہیں بنائے ۔

ہجو کے موضوع پر اشعار کو البتہ دو بابوں کے تحت لایا ہے ۔ ایک تو باب الھجاء اور دوسرا باب مذمة النساء ۔ اس نے ہر موضوع پر اچھا شعر منتخب کر لیا ہے اور اس بات کے تتبع میں نہیں رہا کہ جس شاعر کا کلام منتخب کر رہا ہے اس کے پورے قصیدے یا قطعہ کو شامل کرے ۔ اس نے پہلے شعراء کو دیکھا ہے کہ کن کن کا کلام اس کے ذوق انتخاب پر پورا اترتا ہے اور پھر ان اشعار میں سے بھی عمدہ اور برمحل شعر منتخب کیے ہیں ۔ باقی اشعار کو چھوڑ دیا ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اس انتخاب میں کسی زمانے کے ساتھ اپنے کو پابند نہیں کیا بلکہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں کے اچھے اشعار اکٹھے کیے ہیں۔ منتخب اشعار اکثر طائی قبیلے کے شعراء کے ہیں اور ان میں سے بھی ان کے جو کم گو ہیں۔ پھر ہر شاعر کے نام سے بھی بالالتزام آگاہ نہیں کرتا بلکہ ''وقال آخر'' یا ''قالت امرءۃ'' لکھ کر پسندیدہ شعر نقل کر دیتا ہے۔

ابو تمام نے اس انتخاب میں اپنا کوئی شعر شامل نہیں کیا حالانکہ بعض مصنفین و مؤلفین کا یہ انداز معروف ہے کہ وہ آخر میں کچھ اپنا تعارف اور کلام بھی شامل کر دیتے ہیں۔

**مرزوقی کا تبصرہ :**

ابو تمام کے طریقۂ انتخاب پر مرزوقی لکھتا ہے: اس شخص کا یہ خاصہ ہے کہ صرف مشہور و معروف شعراء ہی کو پیش نظر نہیں رکھتا بلکہ غیر معروف شعراء کے کلام میں سے بھی چیدہ چیدہ اشعار لے لیتا ہے۔ وہ زمانۂ جاہلیت زمانہ اسلام مخضرمی اور مولد تمام شعراء کے دیوانوں میں خوب جولانیاں کرتا پھرا یہاں تک کہ اس نے ان کے دیوانوں میں سے ظاہری شکل چھوڑ کر روح کو اکھٹا کرلیا۔ عمدہ پھل چن لیے اور کچوں کو چھوڑ دیا[۳۶]۔ جیسے مولانا روم نے کہا:

من ز قرآں مغز را برداشتم استخواں پیش سگاں انداختم

**اشعار کے الفاظ میں تغیر :**

ابو تمام کے منتخب اشعار میں سے بعض ایسے ہیں جن کے الفاظ اس شاعر کے اپنے دیوان سے مختلف ہیں۔ اس ترمیم پر لوگ ابو تمام پر معترض ہیں اور اسے غیر مناسب خیال کرتے ہیں۔ خاص طور پر اگر کسی کلام کو سند کے طور پر پیش کیا جانا ہو تو اس میں تغیر روا نہیں سمجھا جاتا۔۔۔۔ لیکن اس کے باوجود ابو تمام کی اپنی وقیع حیثیت کی وجہ سے اکثر لوگوں نے اس کی ترمیم کو قبول کیا ہے اور اعتراف کیا ہے کہ اس ترمیم سے شعر کے حسن میں اضافہ ہوا ہے اور حماسہ کے اشعار کے حوالے کے طور پر پیش کرنے میں آج تک کسی بھی شخص نے رد و کد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کا اظہار نہیں کیا اور نہ کسی قبول کرنے والے نے اسے ماننے پر تردد کا اظہار کیا - اس کے انتخاب کے بارے میں مرزوقی نے مبرد کا یہ قول نقل کیا ہے :

" ما رأيت أحداقط أعلم بجيد الشعر قديمه وحديثه من أبي تمام" [۳۷]

زمخشری نے قرآن کی آیت "واذا أظلم عليهم قاموا" کے کلمہ أظلم کے معانی بتاتے ہوئے ابو تمام کا شعر شہادت کے طور پر پیش کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے : وہ اگرچہ محدث (جدید لوگوں میں سے) ہے جن کے اشعار سے استشہاد نہیں کیا جاتا لیکن وہ خود عربی زبان کے علماء میں سے ہے اس لیے وہ جو شعر کہتا ہے اسے ان شعروں کے قائم مقام سمجھ لو جو وہ روایت کرتا ہے - تم دیکھتے نہیں کہ علماء کے سامنے جب کسی چیز کے مستند ہونے کے ثبوت میں حماسہ کا شعر دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے تو وہ اس پر مطمئن ہو جاتے ہیں - یہ دلیل ہے اس بات کی کہ وہ ابو تمام پر اعتماد رکھتے ہیں [۳۸] -

گویا ابو تمام کے انتخاب نے اسے اپنے دور میں ہی ایک مستند شاعر کے طور پر تسلیم کروا لیا -

تبریزی نے بات ذرا اور رنگ میں کہی - وہ کہتا ہے : ابو تمام في اختياره الحماسة أشعر منه في شعره -" [۳۹] لیکن یہ تبریزی کی ذاتی رائے ہے - اس کے مقابلے میں یہ بات بھی تو کہی جا سکتی ہے کہ ابو تمام کے اندر شعریت کی حس اس اعلیٰ درجے کی تھی کہ اس نے اس جوہر قابل کی مدد سے کلام عرب میں سے بہترین شعروں کا انتخاب کر لیا - اور پھر ابن خلکان نے اس کے حالات زندگی میں سے جو بعض بعض واقعات لکھے ہیں ان سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی شاعری بھی اس کے انتخاب کی طرح اس دور کی بہترین شاعری تھی [۴۰] اور پھر زمخشری کا اس کے شعر کو سند کے طور پر پیش کرنا بھی اس کے بہترین شاعر ہونے کی منہ بولتی دلیل ہے - ان حالات و واقعات کے ہوتے ہوئے اس کی شاعری کو انتخاب کے مقابلے میں کم درجہ بتانا نا انصافی لگتی ہے -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



**عصبیة ابی تمام :**

دیوان الحماسہ کے تفصیلی جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو تمام نے اپنے انتخاب میں زیادہ جگہ قبیلہ طیٔ کے شعراء کو دی ہے ۔ خیال یہ گزرتا ہے کہ وہ بالواسطہ اپنی برادری اور قبیلے پر فخر کر رہا ہے اور زیادہ سے زیادہ ان کے اشعار لا کر گویا یہ ثابت کر رہا ہے کہ قبیلہ طیٔ کو دیگر قبائل کے مقابلے میں اس میدان میں برتری حاصل ہے ۔ قاری کے ذہن میں یہ کھٹکا پیدا ضرور ہوتا ہے کہ آخر باقی قبائلِ عرب بھی شعر و شاعری میں اسی طرح تاک تھے ان کے اشعار کدھر غائب ہوگئے ! !

یہ بات استاد محی الدین عبدالحمید کو بھی کھٹکی چنانچہ اس پر رائے زنی کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں ! ۔ ۔ ۔ ہم نے ارادہ کیا کہ قبیلہ طیٔ کے منتخب قطعے وغیرہ اکھٹے کر کے دیکھے جائیں کہ وہ کس قدر ہیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ باقی شعراء کے مقابلے میں انہیں کیا نسبت حاصل ہے لیکن پھر ہم نے یہ بات سوچ کر کہ "کل فتاة بأبيها معجبة"[۳۱] اس خیال کو ترک کر دیا ۔

یہاں شیر اور انسان کی وہ دلچسپ کہانی یاد آ گئی جس میں انسان نے شیر کو ایک تصویر دکھائی تھی ۔ اس تصویر میں ایک انسان نے شیر کو پچھاڑا ہوا تھا اور خود اس پر سوار تھا ۔ مقصد شیر پر اپنی برتری کا سکہ جمانا تھا ۔ لیکن شیر بھی جنگل بادشاہ تھا اور بذلہ سنج تھا ۔ جواباً کہنے لگا ، "یہ تصویر بنانے والا تیرا ساتھی ہے ۔ اگر میرا ساتھی ہوتا تو معاملہ اُلٹ نظر آتا ۔"

بہرحال یہ ایک ضمنی سی بات ہے ۔ معاملہ کچھ بھی ہو انتخاب کی اہمیت اور عمدگی اپنی جگہ مسلم ہے ۔

**طہٰ حسین کا اعتراض :**

ابو تمام کے انتخاب حماسہ کے واقعات سے ڈاکٹر طہٰ حسین نے اختلاف کیا ہے ۔ وہ اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ برف باری کے ہونے اور برف کے پگھلنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کے مختصر عرصے میں ابو تمام نے انتخاب کا اتنا بڑا کام سر انجام دیا ہو۔ وہ لکھتا ہے : ۔۔۔ لیکن یہ ناممکن اور غیر معقول ہے۔ کیونکہ اس کا وہاں قیام برف کے زائل ہونے تک تھا اور یہ فقط چند مہینوں کا عرصہ ہوتا ہے۔ اس لیے اس بات کی تصدیق ناممکن ہے کہ ابو تمام نے یہ کتابیں دو یا تین ماہ میں منتخب کر لیں ۔''۲۲

لیکن طہ کے نزدیک جو بات غیرمعقول ہے اس کا جواب استاد علی النجد ناصف نے مندرجہ ذیل انداز میں دیا ہے :

'' میری رائے میں اس روایت کے درست ہونے کے امکانات بہت زیادہ ہیں اور اسے قبول کر لینے میں بغیر کوئی تنگیٔ دامانی محسوس کیے عقل کے لیے بہت وسیع میدان موجود ہے کیونکہ

اولاً : یہ بات بہت معقول ہے کہ ابو تمام نے برف باری دیکھ کر پہلے پہل نیت کی ہو کہ جب یہ برف پگھل جائے گی اور راستے صاف ہو جائیں گے تو وہ عراق روانہ ہو جائے گا لیکن جب وہ کام میں مشغول ہوا اور آہستہ آہستہ اسے اس کام کی عمدگی اور دلچسپی نے اپنے اندر جذب کر لیا تو اس نے سفر کا ارادہ اس کام کی تکمیل تک التوا میں ڈال دیا ۔

گویا طہ حسین کا یہ اعتراض یہیں پر ختم ہو جاتا ہے کہ دو تین ماہ میں یہ کام سر انجام دینا مستحیل ہے کیونکہ کام ختم کرنے کے لئے وقت کی پابندی کوئی ضروری نہیں تھی ۔ ابو تمام کام پر بیٹھا تو پھر اس کی برف پگھلنے یا نہ پگھلنے کی طرف کوئی توجہ نہ رہی ۔

ثانیاً : اس سے انکار نہیں کہ برف باری شروع ہوئی تو اس نے اپنی منزل کھوٹی ہوتے دیکھ کر پریشانی کا اظہار کیا ، لیکن یہ ایک عام ردِ عمل تھا ۔ جب بھی کسی شخص کا طے شدہ پروگرام متاثر ہوتا ہے وہ ایسی پریشانی کا اظہار کرتا ہی ہے ۔ مگر جب ابو تمام کو اپنے علمی ذوق کی تسکین کے لیے آل سلمہ کا کتب خانہ مل گیا تو پھر اس نے وہاں ٹھہرنے کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس موقع سے پورا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



پورا فائدہ اٹھایا جس کا ثبوت اس کے پانچ منتخب مجموعے ہیں۔

ثالثاً: ابو تمام کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سردی کے موسم کو ناپسند کرتا تھا۔ جہاں اسے سردی سے پالا پڑا وہاں اس نے اس کی مذمت کی۔ کیونکہ امراء اور بادشاہوں کی مدح کرنے کو وہ ترکستان وغیرہ کے سرد علاقوں میں جاتا رہتا تھا اس لیے اسے سردی سے واسطہ ضرور رہتا تھا۔ لیکن اس کے ہاتھوں جو پریشانی اٹھاتا اسے شعروں کے ذریعے زائل کرنے کی کوشش کرتا۔ چنانچہ ایک جگہ کہتا ہے:

لم یبق للصیف لا رسم ولا طلل
ولا قشیب فیستکسی ولا سمل

ایک اور جگہ کہتا ہے:

ما للشتاء و ما للصیف من مثل
یرضی به السمع الا الجود و البخل
اذا خراسان عن ضبرها کثرت
کانت قتادا لنا أنیابه العصل
یمسی و یضحی مقیما فی مباءته
و بأسه فی کلی الأقوام مرتحل

ایسا شخص جو سردی سے اس درجہ بدکتا ہو اس کا ہمذان میں قیام فقط برف کے زائل ہونے تک، غیر معقول معلوم ہوتا ہے کیونکہ برف زائل ہونے سے سردی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ وہ اس کے بعد بھی کافی دیر تک جاری رہتی ہے۔ اس لیے لازماً ابو تمام وہاں سردی زائل ہونے تک رکا رہا جس کی وجہ سے اسے مزید وقت مل گیا۔

رابعاً: یہاں اس بات پر بھی غور کرنا ضروری ہے کہ "دیوان الحماسہ" جیسی کتاب تیار کرنے میں انسان کو کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اور اس میں کس قدر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مشقت اور وقت درکار ہے - ذہن پر ذرا زور دیں تو چار مراحل سامنے آتے ہیں : (ا) مطالعہ (ب) انتخاب (ج) کتابت (د) تدوین - گنتی میں یہ چار مرحلے نظر آتے ہیں - عملاً یہ زیادہ سے زیادہ تین مرحلے بنتے ہیں - یعنی پہلے مطالعہ کرتے ہوئے نشان لگاتا جائے ، پھر نشان زدہ چیزوں کو لکھ کر بعد میں صفحات مرتب کر لے -

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ابو تمام جیسے عبقری دہر کو ان مراحل سے گزرتے ہوئے کتنا وقت لگا ہوگا - یقیناً اسے ان مراحل سے گزرنے میں بہت کم وقت لگا - (یہی وجہ ہوئی کہ اس نے وہاں ایک انتخاب کی جگہ پانچ منتخب مجموعے تیار کر لیے) پھر یہ بھی بعید نہیں کہ آل سلمہ جو اتنی بڑی لائبریری کے مالک تھے اور یقیناً عمدہ علمی ذوق رکھتے تھے ، انہوں نے بھی لکھنے کے کام میں ابو تمام کی مدد کی ہو - یہ انتخاب کر کے انہیں دیتا ہو اور وہ لکھتے جاتے ہوں - اس کے علاوہ سردی کے موسم میں کام کی رفتار اور مقدار بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے - خاص طور پر علمی کاموں کی - ایسے موسم میں انسان تھکاوٹ بھی کم محسوس کرتا ہے اور دیر تک بیٹھا بھی رہتا ہے -

ان سب باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ "طہ حسین" کا اعتراض فقط جذباتی رو میں کہی ہوئی بات ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں - بعید نہیں کہ یہ باتیں یورپی ذہن سے اس کے ذہن میں سرایت کر گئی ہوں کیونکہ عملاً وہ انہی لوگوں کا شاگرد اور انہی کے انداز کا مبلغ ہے - اس انوکھے نکتہ نظر کی پیروی کرنے کی دوسری مثال وہ ہے جس کا ذکر خضر الطائی نے اپنی کتاب میں کیا ہے -

خضر الطائی نے لکھا ہے کہ ۱۹۳۳ء میں طہ حسین نے ابو تمام پر ایک مقالہ پڑھا تھا - اس کے دو برس بعد ڈاکٹر عمر فروخ نے ، جسے موجودہ مصر کا ایک معروف محقق سمجھا گیا ہے ، ابو تمام پر قلم اٹھایا - یہ وقت گزر گیا - کافی عرصہ بعد میں نے ان دونوں محققین کی تحریریں پڑھیں - مجھے ان کی بہت سی باتوں میں سقم نظر آیا جس پر میں نے یہ کتاب لکھی ہے - (کتاب کا نام "ابو تمام الطائی" ہے)-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اس کتاب میں خضر الطائی نے طہٰ حسین اور عمر فروخ کے مقالات کا بڑی تحقیق اور تفصیل سے تجزیہ کیا ہے ۔ اس کے بارے میں جو مختصر اور جامع تبصرہ ہے وہ یوں ہے :

"فی اثنا سنة ۱۹۳۵ أصدر الدکتور عمر فروخ رسالة عن ابی تمام الطائی ذهب فیها مذاهب لا عهد للنقد بمثلها و لا تسعها احاطة العلم و التاریخ و اللغة و الفن و قد استمد أساس فکرته من محاضرة القاها الدکتور طه حسین عن هذا الشاعر فی سنة ۱۹۳۳ ولکنه لم یشر الی رأی الدکتور طه فی الموضوع ۔

خضر نے ان دونوں معنوی استاد و شاگرد کے مقالات کا صفحہ وار تجزیہ کیا ہے اور ان کا کافی و وافی جواب دیا ہے ۔ ان مقالات میں دونوں حضرات نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ ابو تمام کے بارے میں جو عام روایات ہیں وہ غلط ہیں ۔ اس سلسلے میں اس کے حالاتِ زندگی پر بھی اعتراضات کیے ہیں اور اپنی طرف سے نئی نئی چیزیں لائے ہیں اور ساتھ مندرجہ بالا مؤقف بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ابو تمام نے یہ انتخاب اس برف باری کے عرصے میں نہیں کیا ۔

خضر الطائی نے اپنے جواب میں شواہد سے ثابت کیا ہے کہ یہ مستشرق مارگولیتھ کے نظریات کے انتشار میں مصروف ہیں جو ابو تمام کو رومی نسل کا ثابت کر کے اس کے خاندان کو اسلام کی آمد سے قبل ہی شام میں آباد ہونے کی خبر دیتا ہے ۔ یہ نئی و انوکھی تحقیق عمر فروخ اور طہٰ کو بھا گئی ہے ۔

ابو تمام کے شجرے میں ایک جگہ ابن خلکان نے اعتراض کیا ہے ۔ "طہٰ حسین" اسے لے اُڑا ہے اور اسی کو اپنے استدلال کی بنیاد بنا لیا ہے حالانکہ خود ابن خلکان نے اس کے بارے میں جو کچھ مزید باتیں لکھی ہیں ، ان کی طرف بالکل توجہ ہی نہیں کی ۔ اس اختلاف کو بنیاد بنا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ابو تمام کے بارے میں جتنی باتیں لکھی گئی ہیں سب فرضی ہیں اور ڈاکٹر طہٰ حسین اور اس کے کعبہ ہائے مقصود کی ترجیحات ہی صحیح ہیں جن میں کلیۃً ظاہری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


قیاسات پر انحصار ہے تاریخی حقائق کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ یہاں ستم ظریفی یہ نظر آتی ہے کہ ابن خلکان کی روایت کو اعتراض کرنے کے لیے تو قبول کر لیا گیا ہے لیکن اس شخص کے دیگر ملاحظات کو در خورِ اعتنا نہیں سمجھا گیا۔

بہرحال خضر الطائی نے اپنی کتاب کو ''القسم الأدبی'' اور ''القسم التاریخی'' دو حصوں میں تقسیم کر کے ان کی قیاسات پر کھڑی عمارت کو اڑا کر رکھ دیا ہے اور بطریق احسن انتہائی علمی اور منطقی انداز میں ثابت کیا ہے کہ صحیح باتیں وہی ہیں جو علماء کی کتابوں میں روایةً چلی آ رہی ہیں۔

اس کتاب کے محتویات کا تفصیلی خاکہ دینا ممکن نہیں[۴۳]۔ مقصد صرف یہ بات عیاں کرنا تھا کہ طٰہٰ حسین اور اس کے ذہنی رفقاء کا ایک خاص نکتہ نظر ہے جس کے تحت وہ ہر بات میں کوئی جدت پیدا کرنے کے متلاشی رہتے ہیں۔ یہ ان کی افتادِ طبع ہے جو عام طور پر مہمل اعتراضات سجھاتی اور تاریخی باتوں میں اشکال پیدا کرنے کی کوشش میں لگی رہتی ہے۔

**اہمیت دیوان الحماسہ:**

کہتے ہیں ''جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے'' ـــــ اگرچہ بعض لوگوں نے ابو تمام کو قبیلہ طئی کے شعراء کے کلام میں سے زیادہ انتخاب کرنے کا الزام دیا ہے لیکن پھر بھی اس کے انتخاب کی تعریف میں بیک وقت رطب اللسان ہیں۔ اس بات سے بھی انکار ممکن نہیں کہ قبیلہ طئی واقعی اچھے شعرا پیدا کرنے میں مشہور ہے۔ ابو تمام نے اپنے اس دیوان میں عربی شاعری کا نچوڑ اکٹھا کر دیا ہے اور عنوانات ایسے بنائے ہیں کہ ہر رنگ کی شاعری احاطے میں آ گئی ہے۔ اب جس پڑھنے والے کا جیسا شعر پڑھنے کو دل چاہے وہ اسے یہاں میسر آ جاتا ہے۔

یہ انتخاب طلبہ کے لیے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کتاب سے پہلے انہیں عربی شاعری کے مختلف موضوعات پر اشعار پڑھنے کے لیے بہت زیادہ مشقت اٹھانا پڑتی تھی کیونکہ ہر شاعر نے اپنے پسندیدہ موضوع پر شاعری کی ہوتی تھی اور انہیں مختلف شعراء کے دیوانوں میں سے اپنی مرضی کے نمونے اکھٹے کرنا ہوتے تھے۔

© rasailojaraid.com



پھر بھی اصناف سخن کے بارے میں واضح اور مکمل تصویر میسر نہیں آتی تھی ، دھندلا سا نقشہ ہی ذہن میں ہوتا تھا ۔ لیکن یہ کتاب جو سیکڑوں شعراء کے کلام سے منتخب کی گئی اس نے ان کے لیے وہی آسانی پیدا کر دی جو ابوالفرج اصفہانی کی کتاب الاغانی نے صاحب ابن عباد کے لیے پیدا کر دی تھی ۔

اس دیوان کی اہمیت کو لوگوں نے بالواسطہ اس طرح بھی تسلیم کیا کہ اس کے منتخب اشعار کو اپنے انتخابات میں شامل کیا اور ساتھ ہی اس کا حوالہ بھی دیا ۔ اس کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے استاد محی الدین عبدالحمید لکھتے ہیں :

- علماء میں اس کی قدر و منزلت کا یہ عالم ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اس سے ادب کے میدان میں استفادہ نہ کیا ہو اور اسے پڑھنے اور روایت کرنے میں دلچسپی نہ لی ہو ۔
- اگر کوئی یہ کہے کہ یہ شعر ''حماسی'' کا ہے تو سننے والا جان جاتا ہے کہ یہ ابو تمام کے انتخاب سے ہے اور اس کے دل میں یہ بات راسخ ہوتی ہے کہ یہ شعر لغت و ادب میں حجت ہے ۔ اس کے خلاف کچھ کہنے کی گنجائش نہیں ۔
- اس کی شرح کرنے غریب الفاظ کی وضاحت کرنے اور اس میں آنے والے واقعات کی تصریح کرنے کے لیے جس کثرت سے لوگ اس کی طرف راغب ہوئے ہیں وہ اعزاز ادب کی کسی اور کتاب کو میسر نہیں آیا (اس مقالے میں چالیس شروح کا ذکر آ رہا ہے) ۔
- بہت سے لوگوں نے اس کی مقبولیت اور افادیت کو دیکھتے ہوئے اس کی نقل میں ''حماسے'' تیار کیے ہیں لیکن ابو تمام مسلسل و پیہم امامت کے درجے پر فائز چلا آ رہا ہے[۴۴] ۔

**شروح دیوان الحماسہ :**

ابو تمام کے انتخاب کی شرحیں مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے لکھی گئیں ۔ نامور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ادباء نے بھی اس کی شرح لکھنے میں ذوق و شوق کا اظہار کیا اور متوسط درجے علماء نے بھی طبع آزمائی کی، کسی نے اشعار کی شرح لکھی، کسی نے اعراب پر بحث کی، کسی نے اس میں منتخب شعراء کے حالات زندگی اکھٹے کیے۔ غرض جس شخص کو جس پہلو تشنگی محسوس ہوئی اس نے اس کی تکمیل میں قلم اٹھایا اور اس طرح اس دیوان کی عمدہ اور رنگا رنگ قسم کی شروح اکھٹی ہو گئیں۔ صاحب کشف الظنون نے بیس کا ذکر کیا ہے جبکہ ہم یہاں مختلف دیگر وسائل سے چالیس نام یکجا کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود یہ دعویٰ نہیں کہ ان کے علاوہ اور کوئی شرح باقی نہیں رہی۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- ابوبکر محمد بن یحییٰ الصولی متوفی ۳۳۵ھ اس شخص نے ابو تمام کا دیوان بھی اکھٹا کیا۔

۲- ابوالقاسم محمد بن بشر الآمدی صاحب الموازنہ المتوفی ۳۷۱ھ

۳- ابوالفتح عثمان بن جنی متوفی ۳۹۲ھ اس کی شرح "التنبیہ علی شرح مشکلات الحماسۃ" ہے۔

۴- ابو ھلال الحسن بن عبداللہ العسکری المتوفی ۳۹۵ھ تبریزی نے اپنی شرح میں بڑی حد تک اسی پر اعتماد کیا ہے جا بجا اس کے حوالے ملتے ہیں۔ ابو ھلال نے بعض شعراء کے نام بھی بتائے ہیں اور ان ناموں کے اشتقاق کے سلسلے میں جو بعض الجھنیں تھیں انہیں بھی دور کیا ہے۔ اس سے تبریزی نے بھی یہ باتیں اخذ کر لی ہیں۔

۵- شرح ابی المظفر محمد بن آدم الھروی المتوفی ۴۱۴ھ

۶- شرح أبی علی احمد بن محمد المرزوقی المتوفی ۴۲۱ھ

۷- شرح ابی عبداللہ الخطیب الاسکافی صاحب مبادی اللغہ المتوفی ۴۲۰ھ

۸- "شرح أبی الحسن علی بن سیدہ اللغوی المتوفی ۴۵۸ھ"۔ اس کا نام "الانیق" ہے اور چھ ضخیم جلدوں میں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



۹۔ تفسیر الحماسہ الطائیہ ۔ لأبی عبداللہ محمد بن أبی القاسم عبیداللہ القمی الشیعی۔

۱۰۔ شرح أبی القاسم زید بن علی الفسوی المتوفی ۴۶۷ھ

۱۱۔ شرح أبی الفضل عبداللہ بن احمد المیکالی المتوفی ۴۷۵ھ

۱۲۔ عبداللہ بن احمد السامانی المتوفی ۴۷۵ھ

۱۳۔ تفسیر الحماسہ الطائیہ ۔ لا براہیم بن عبداللہ بن الحیری الشیرانی الشافعی المتوفی ۴۷۶ھ

۱۴۔ شرح الأعلم الشنتمری ابی الحجاج یوسف بن سلیمان المتوفی ۴۷۶ھ ۔ یہ شرح پانچ ضخیم جلدوں میں ہے۔

۱۵۔ شرح عبداللہ بن ابراہیم بن حکیم الخبری المتوفی ۴۷۶ھ ۔ (حاجی خلیفہ اس کا سال وفات ۴۸۵ھ لکھتے ہیں لیکن شرح مرزوق کے محقق عبدالسلام ہارون اس کی نفی کرتے ہیں)۔

۱۶۔ شرح ابی زکریا یحیٰی بن علی بن الخطیب التبریزی المتوفی ۵۰۲ھ ۔ اس نے حماسہ کی چھوٹی، متوسط اور مفصل تین شرحیں لکھیں آج کل جو متداول ہے اس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ متوسط ہے۔

۱۷۔ شرح ابی المحاسن مسعود بن علی البیہقی المتوفی ۵۴۴ھ

۱۸۔ "ابی اسحاق ابراہیم بن محمد بن منذر الحضرمی الاشبیلی المتوفی ۵۸۴ھ"

۱۹۔ ابی البقاء عبداللہ بن الحسین العکبری المتوفی ۶۱۶ھ شارح دیوان المتنبی حماسہ کی شرح فقط اعراب کی وضاحت تک ہے۔

۲۰۔ شرح أبی نصر منصور بن مسلم بن علی الحلبی المعروف بابن أبی الدمیک۔ (توفی بدمشق ۵۱۰ھ انباہ الرواۃ ۳ : ۳۲۷)

۲۱۔ شرح ابی علی الحسن بن علی الاستر آبادی النحوی

۲۲۔ أبی نصر قاسم بن محمد النحوی[۲۵]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



۲۳- ابو الحسین الشمشاطی علی بن محمد - اس نے اخبار ابی تمام پر ایک ہزار ورق لکھے -

۲۴- ابو عبداللہ محمد الفاسی المعروف بابن زاکورص ''الاستشفاء من الاثم''

۲۵- شرح نکت الحماسہ لا بن قیم الجوزیۃ محمد بن أبی بکر الدمشقی الحنبلی المتوفی ۷۵۱ھ - (۲۳ تا ۲۵ ذیل کشف الظنون ۱ : ۳۲۲ پر درج ہیں) -

عبدالسلام محمد ہارون نے مندرجہ ذیل کتب کے نام اپنی تحقیق سے لکھے ہیں -

۲۶- شرح أبی ریاش احمد بن ابراہیم الشیبانی المتوفی ۳۳۹ (میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ پہلی شرح اس نے لکھی - ہارون) (انبا الرواۃ ۱ : ۲۵ ، ۲۶) تبریزی نے اس کتاب سے جا بجا استفادہ کیا ہے -

۲۷- ابو عبداللہ النمری ''مشکلات الحماسہ'' (خزانہ الأدب میں اس کے کئی حوالے ہیں : ہارون)

۲۸- ابو محمد الأعرابی نے ابو عبداللہ النمری کی شرح پر تنقید لکھی ہے جس کا نام ''اصلاح ما غلط فیہ ابو عبداللہ الحسین بن علی النمری مما فسرہ من أبیات الحماسۃ اولاو ثانیا -''

۲۹- شیخ المعرہ ابو العلاء المعری احمد بن عبداللہ بن سلیمان المتوفی ۴۴۹ھ اس کی شرح کے حوالے تبریزی میں ملتے ہیں -

۳۰- عبدالقادر بغدادی نے ایک مصنف ابوعلی الشلوبین کا ذکر یوں کیا ہے : و ذکر الشلوبین فیما کتب علی الحماسۃ (خزانۃ الأدب ۴ : ۹۲ - ہارون)

۳۱- عبدالقادر بغدادی نے ابوالفضل طبرسی کی شرح کے حوالے تین جگہ پر دیئے ہیں -

۳۲- شرح الشیخ ابراہیم الدلجمونی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



۳۳- شرح الشیخ سید بن علی المرصفی (استاذ محمد محی الدین عبدالحمید - مقدمہ شرح الحماسہ المتبریزی صفحہ و)

۳۴- "الفیضی" المولوی فیض الحسن السہارنفوری - اس کا ذکر نہ استاد محی الدین نے کیا ہے اور نہ عبدالسلام ہارون نے -

۳۵- "الرصافة القادرية" ہندوستان کے عالم بہاء الدین عبدالقادر بن سلیمان کی شرح ۱۲۹۹ء میں چھپی -

۳۶- ابو سعید علی بن محمد الکاتب المتوفی ۴۱۴ھ - اس کا نام "منثور البہائی" تھا - یہ اس نے بہاء الدین ابن بویہ کے لئے لکھی تھی - یہ اشعار کی نثر ہے جس کے دوران مشکل الفاظ کی وضاحت کی گئی ہے -

۳۷- تسہیل الدراسة فی شرح الحماسة لمولوی ذوالفقار علی دیو بندی - اردو ترجمہ ، مختصر تشریح اور مفردات کے معانی -

۳۸- مجموعة دیوان الحماسة معه الفراسة والدراسة والالفاظ المترادفعة و تراجم الحماسین محشی بحواش أنيقة از مولوی اعزاز علی شیخ الادب - اس میں تراجم الحماسین مفتی جمیل احمد صاحب کے لکھے ہوئے ہیں[۳۶] -

۳۹- مولوی نجف علی صاحب جھجھری بن محمد عظیم الدین صاحب - (نزهة الخواطر ۷ : ۶ — ۹۵ م تطییب الاخوان ص ۹۰)

۴۰- حافظ محمد بن احمد ٹونکی مولانا فیض الحسن کے شاگرد - مختصر شرح حماسہ لکھی - (نزهة الخواطر ۸ : ۵ — ۳۸۴ ، خطیب تطییب ص ۱۷)

**دیگر دواوین حماسہ :**

ابو تمام کے انتخاب کو جس قدر شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی اس نے لوگوں کو بھی اس ڈگر پر چلنے کے لیے ابھارا تاکہ ان کا بھی کچھ نام ہو جائے - چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ متعدد لوگوں نے دیوان الحماسہ کے تتبع میں انتخاب اکھٹے کیے اور ان کا نام بھی "حماسہ" ہی رکھا گیا - اس پیروی کے شوق میں سب سے پیش پیش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ابو تمام کا شاگرد بحتری ہی نظر آتا ہے :

۱- ابو عبادة البحتری المتوفی ۲۸۴ھ - اس نے بھی اپنے انتخاب کا نام "الحماسہ" رکھا - یہ بیروت اور مصر دونوں میں شائع ہو چکا ہے -

۲- حماسہ ابن الشجری ، ضیاء الدین ابو السعادات هبة الله بن علی بن محمد العلوی الحسنی المتوفی ۵۴۲ھ یہ ۱۳۴۵ھ میں حیدر آباد دکن سے چھپ چکا ہے -

۳- ابو الحسن علی بن الحسن المعروف بشمیم الحلی المتوفی ۶۰۱ھ - اس کے "الحماسہ" کے چودہ باب ہیں -

۴- ابو الحجاج یوسف بن محمد البیاسی الاندلسی المتوفی ۶۵۳ھ - اس نے اپنا حماسہ دو جلدوں میں ۶۴۶ھ میں تونس میں تصنیف کیا - اس میں اس نے جاہلی مخضرمی اسلامی مولد اور محدث شعراء مشرق و مغرب کے منتخب اشعار ابو تمام کے انداز میں اکھٹے کیے ہیں -

۵- ابو الحسن صدر الدین علی بن أبی الفرج بن الحسن البصری المتوفی ۶۵۹ھ نے "الحماسہ البصریہ" کے نام سے انتخاب کیا - یہ کتاب صاحب خزانة الأدب کے مراجع میں سے ہے اور اس کا نسخہ دارالکتب المصریہ میں موجود ہے[۴۷] -

۶- ابو ہلال الحسن بن عبداللہ العسکری المتوفی ۳۹۵ھ جس کا نام "الحماسہ العسکریہ" ہے -

۷- حماسہ خالدیین : یہ دو سگے بھائیوں[۴۸] ، ابوبکر محمد اور ابو عثمان سعید کا مشترکہ انتخاب ہے - اس کا نام الأشباہ و النظائر ہے - ڈاکٹر یوسف مرحوم کی تحقیق سے مصر سے دو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے -

۸- "الحماسہ" لأبی الحسین احمد بن فارس بن ذکریا بن محمد الرازی (ذیل کشف الظنون ۳ : ۲۱۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



۹- ''الحماسہ'' لأبی عامر محمد بن یحیٰی بن خلیفہ الشاطبی الاندلسی النحوی المتوفی ۵۴۴ھ (ذیل کشف الظنون ۳ : ۴۲۰)

۱۰- ''حماسۃ الراح'' لأبی العلاء احمد بن عبداللہ المعری متوفی ۴۴۹ھ اس کے دس کراسے ہیں جو شراب کی مذمت میں ہیں ۔ الحماسہ الریاشیہ کی شرح میں چالیس کراسے لکھے ہیں ۔ جس کا نام ''الریاش المصطفلی'' رکھا ہے ۔[۲۹]

## موازنہ

**المحاسہ للبحتری :**

ابو عبادۃ ولید بن عبداللہ/عبید اللہ البحتری پہلا شخص ہے جس نے ابو تمام کے حماسہ کی نقل میں ایک اپنا حماسہ تیار کیا ۔ بحتری ابو تمام کا شاگرد تھا ۔ اس نے اپنے ذوق کے مطابق اس انتخاب میں اشعار اکٹھے کیے ہیں ۔ اس کے اور ابو تمام کے حماسے میں موازنہ کرتے ہوئے سب سے پہلے ابواب پر نظر پڑتی ہے ۔

**تقسیم ابواب :**

ابو تمام نے اپنے جملہ انتخاب کو دس جامع ابواب میں اکھٹا کر دیا ہے اور تمام چھوٹے بڑے قطعے ان میں تقسیم کر کے کتاب کو ایک عمدہ اور قبول صورت ترتیب میں پیش کیا ہے ۔ ان ابواب میں پورا دیوان مضبوط گرفت میں محسوس ہوتا ہے ۔ کسی قاری کو اگر کسی موضوع پر کوئی حماسہ کا شعر درکار ہو تو وہ مطلوبہ باب نکال کر معمولی ورق گردانی کے بعد اپنا مطلوبہ شعر تلاش کر لیتا ہے لیکن بحتری نے اس سلسلے میں انداز بہت ڈھیلا رکھا ہے ۔ کتاب کو ایک سو چھہتر ابواب میں تقسیم کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے ۔ پڑھنے والا کیا یاد رکھے کہ کون سا شعر کس باب میں پڑھا ! یوں معلوم ہوتا ہے کہ بحتری نے جدت طرازی اور استاد سے الگ اپنی انفرادیت قائم کرنے کے لیے ایک بہتر انداز کو چھوڑ کر ایک پریشان کن طریقہ استعمال کیا ہے ۔ بہتر تھا کہ اس میں ابو تمام کی پیروی کرتا یا پھر اس سے اگر کوئی بہتر طریقہ ممکن ہوتا تو اسے لاتا ۔

**فقاہت ابواب :**

ابو تمام کے ابواب کی سرخیوں میں فقاہت اور جامعیت بہت عیاں ہے ۔ اس نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سوچ بچار کر کے ابواب کے نام رکھے اور ایک نادر نمونہ عملاً پیش کیا۔ اس مثالی انداز سے امام بخاری کے بارے میں مشہور فقرہ یاد آ گیا کہ "فقہ البخاری فی ابوابہ" یعنی امام بخاری کی فقاہت ان کے قائم کردہ ابواب سے ٹپکتی ہے جو انھوں نے اپنی حدیث کی منتخب کتاب "الصحیح میں قائم کیے ہیں۔ أدب کے میدان میں ابو تمام کی غیر معمولی سوج بوجھ کا مظہر دیوان الحماسہ میں اس کے قائم کردہ ابراب ہیں۔

اس فقاہت اور سوجھ بوجھ کا شائبہ بحتری کے ہاں کہیں نظر نہیں آتا۔ مثلاً باب اکاسی کی سرخی یوں ہے "فیما قیل فی جر صغیر الأمر للکبیر" اور اس کے تحت بعض شعراء کا فقط ایک ایک شعر نقل کیا ہے اس سے متصل بعد اگلے باب کا عنوان "فیما قیل فی العذر والخیانة و ذمهما۔

**طوالت ابواب :**

بعض ابواب کے نام اس قدر لمبے ہیں کہ پڑھنے والا اس کی طوالت میں ہی اُلجھ کر رہ جاتا ہے مثلاً پینسٹھواں باب یوں ہے: فیما قیل فیمن لا یطغی اذا استغنی وفرح ولا یجشع اذا افتقروحزن۔ اتنے لمبے باب کو یاد رکھنے کے لیے بھی باقاعدہ مشق کی ضرورت ہے۔ یہ لمبے لمبے باب مؤلف کے ذہنی اُلجھاؤ کے بھی غماز ہیں۔ ایک اور باب کی طوالت ملاحظہ ہو۔

"فیما قیل فیمن یدنو من اخوانہ اذا استغنی، و یتباعد اذا افتقرویزیدہ غناء اکراماً لمن افتقر من اخوانہ"

یہ چالیسواں باب کم اور آنے والے اشعار کا سلیس ترجمہ زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ اگر یہاں مثبت پہلو نظر رکھیں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ بحتری عناوین ابواب میں ہی مندرجات اشعار کا خلاصہ سمجھا دیتے ہیں!

**آمدی کی پھلوتھی :**

علامہ ابو القاسم الحسن بن بشیر بن یحیٰی الآمدی المتوفی ۳۷۱ھ نے دونوں طائیوں ابو تمام اور البحتری کے درمیان خوب زور دار موازنہ کیا ہے۔ بہت تفصیل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کے ساتھ باریک باریک باتوں تک پہنچتے ہیں ۔ تأثر تو یہ دیتے ہیں کہ دونوں پر بے لاگ تبصرہ کر رہے ہیں لیکن قاری جب ساری کتاب پڑھ جاتا ہے تو یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہتا کہ ابو تمام کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا ۔ آمدی کا طبعی میلان جگہ جگہ بحتری کے حق میں عیاں ہوتا جاتا ہے ۔ جا بجا غیر جانبداری کی کوشش کے باوجود اس کی تحریزبان حال سے اس کی نفی کرتی ہے ۔ یہ تو شاعری کے موازنہ کا مسئلہ تھا ۔

جہاں تک انتخاب کا تعلق ہے آمدی نے اس موضوع پر یکسر خاموشی اور پہلو تہی کا راستہ اختیار کیا ہے ۔ تعجب ہے کہ وہ پہلو جس کی وجہ سے زیادہ تر ابو تمام اور بحتری کے باہمی موازنے کا خیال پیدا ہوتا ہے اسے آمدی نے یکسر نظر انداز کر دیا ہے ، اس سے ذہن اسی طرف جاتا ہے کہ آمدی جس نے اپنی ایڑی چوٹی کا زور اس بات پر صرف کر دیا کہ بحتری کی فضیلت کو ثابت کر دے انتخاب کے باہمی موازنہ سے اس لیے کترا گیا کہ یہاں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی کچھ بات بننے کی امید نہیں تھی ۔ گویا وہ بھی دل سے اس بات کا معترف تھا کہ حماسہ ابی تمام بحتری کے انتخاب سے اس قدر اچھا ہے کہ اس کو مقابلے میں لا کر بات چھیڑنے کا بھی کوئی موقع نہیں ۔

خود بحتری سے پوچھا گیا : تم دونوں میں سے بڑا شاعر کون ہے، تم یا ابو تمام ؟ اس نے جواب دیا : "جیده خیر من جیدی وردیئی خیر من رديئه"۔ (اکتفاء القنوع ص ۳۲)

## زبان خلق :

"زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو" حماسہ ابی تمام کے بارے میں یہ غلغلہ بھی عام پھیلا ہے کہ اس جیسا انتخاب اور کوئی نہیں ۔ جس کثرت سے اسے پڑھایا گیا جس ذوق و شوق سے اس کی شرحیں لکھی گئیں اور جس طرح بعد میں آنے والے لوگوں نے اس کی نقالی کی کوشش کی اور نا کام رہے یہ سب باتیں اس چیز کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ یہ انتخاب اپنی مثال آپ ہے کوئی اور اس کی ہمسری کرنے سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



قاصر ہے۔ ہمسری تو دور کی بات ہے اس کے علاوہ کوئی اور انتخاب ایک آدھ دفعہ سے زیادہ چھپا ہی نہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن کا نام کتابوں میں آیا ہے لیکن کسی نے اسے چھپانے کی طرف توجہ ہی نہیں کی۔ یوں عوام الناس کی اس کے ہوتے ہوئے دوسرے ہر انتخاب سے بے رغبتی بھی اس کی اہمیت کو مسلم کو دیتی ہے۔

**بحتری کے حق میں:**

حماسہ بحتری کے حق میں البتہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ حماسہ ابو تمام کے موازنہ سے ہٹ کر اپنی جگہ ایک ایسی کتاب ہے جس نے اپنے اندر بہت سے عربی اشعار کا ذخیرہ سمیٹ رکھا ہے اور یوں کئی عمدہ اشعار یکجا مل جاتے ہیں۔ کہیں کہیں بحتری نے بعض نظموں کے پس منظر بھی بیان کیے ہیں جس سلسلے میں کئی تاریخی واقعات کا علم ہو جاتا ہے اور ان واقعات نے ان نظموں کی افادیت بھی بڑھا دی ہے۔ اس میں بہت سے موضوعات پر منتشر شکل میں اشعار موجود ہیں اگر کوئی صاحب ذوق ان میں سے کچھ اپنے مطلب کے شعر تلاش کر کے جمع کرنا چاہے تو امید ہے کہ اسے کچھ نہ کچھ شعر مل جائیں گے۔

**حماسہ الخالدیین:**

اس کتاب کا اصلی نام ”الاشباہ والنظائر من اشعار المتقدمین والجاھلیة والمخضرمین“ ہے۔ اس کتاب کا انداز یہ ہے کہ کسی شاعر کے چند منتخب اشعار نقل کر دیتے ہیں۔ پھر اس شعر کے ہم معنی اشعار لاتے چلے جاتے ہیں اور اس میں کسی زمانے کی تعیین نہیں یعنی یہ اشعار قدیم شعراء کے بھی ہیں اور خود ان کے اپنے دور کے لوگوں کے بھی ہو سکتے ہیں۔ انتخاب اشعار کے بارے میں لکھتے ہیں:

”نضمن رسالتنا هذه مختار ما وقع الينا من أشعار الجاهلية و من تبعهم من المخضرمين ، و نجتنب أشعار المشاهير لكثرتها فى أيد الناس ولا نذكر منها الا الشيء اليسير ولا نخليها.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



من غرر ما رویناہ للمحدثین ۔"

ان کے ساتھ ملتے جلتے اشعار بھی لاتے ہیں جن میں بعض جگہ خوب انوکھے انوکھے معانی والے شعر ہیں اور جہاں کہیں انہیں سرقے کا شائبہ ہوتا ہے اس کی بھی نشاندہی کرتے ہیں ۔

**مثال :**

پہلا عنوان ہے : "معنی قتال الأقارب بکرہ القلوب"۔ اس کے تحت لائے گئے چند ایک دوسرے سے ملتے جلتے اشعار کی مثال مندرجہ ذیل ہے :

مہلھل بن ربیعہ نے کہا :

بکرہ قلوبنا یا آل بکر  نغادیکم بمرھفة النصال

لھا لون من الھامات جون  و ان کانت تغادی بالصقال

ونبکی، حین نذکرکم علیکم  و نقتلکم کأنا لانبالی

اس مفہوم کو الحصین بن الحمام نے یوں ادا کیا ہے :

نفلق ھاماً من رجال أعزة  علینا وھم کانوا أعق و أظلما

ایک اور شاعر نے اسے یوں بیان کیا ہے :

قومی ھم قتلوا أمیم أخی  فاذا رمیت أصابنی سھمی

فلئن عفوت لاعفون جللاً  و لئن قتلت لاوھنن عظمی

اس مفہوم کو مالک السعدی نے اس پیرائے میں ڈھالا ہے :

قتلنا بنی الأعمام یوم أوارہ
و عز علینا أن نکون کذلک ۔۔۔۔

اس طرح یہ سلسلہ آگے بڑھاتے چلے جاتے ہیں اور چند صفحات کے بعد آہستہ آہستہ ایک موضوع سے دوسرے موضوع کی طرف منتقل ہوتے ہیں اور پھر ان کے أشباہ اور نظائر یعنی ملتے جلتے اشعار لاتے ہیں ۔ دونوں جلدوں میں سے چند عنوان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ذیل میں لکھے جاتے ہیں ان عنوانوں کے تحت اشعار اکھٹے کئے گئے ہیں :

جلد اول : صفحہ ۱۰ سے آگے ''معنی عرف الحبیب بالدیار'' صفحہ ۳۵ سے آگے ''معنی الهجاء'' صفحہ ۵۳ سے آگے ''معنی حدیث النساء'' صفحہ ۶۲ سے آگے ''معنی قلة الغیرة وضده'' صفحہ ۸۹ ''معنی الصبر علی القتل'' صفحہ ۱۳۷ ''معنی جمع السیفین فی غمد'' ۔

جلد دوم : صفحہ ۳، ۶، ۷، ۸، ۲۹، ۱۶۳، ۱۸۳، ۱۹۸، ۲۱۱، ۲۵۵، ۲۷۰ وغیرہ سب پر ہجو کے مختلف پہلوؤں پر اشعار ہیں ۔

**تبصرہ :**

اس انتخاب میں اشعار کو مختلف ابواب کے تحت اکھٹا نہیں کیا بلکہ ہم معنی اشعار کو یکجا کر دیا گیا ہے اور اس سلسلے میں بعض طویل قصیدے بھی شامل کئے گئے ہیں ۔ یہ زیادہ تر دوسرے حصے میں ہیں ۔ ایک مفہوم یا ملتے جلتے مفاہیم کے اشعار یکجا کرنا ایک اچھا اور نیا خیال ہے ۔ اس انتخاب کے اپنے فوائد ہیں ۔ ایک بات اور بھی مشاہدہ میں آتی ہے کہ ایک مفہوم کے اشعار بعض دفعہ مختلف جگہوں پر بھی آ گئے ہیں ۔ مثلاً جن مفاہیم کے اشعار کی مثال اوپر دی گئی ہے ویسے اشعار صفحہ ۶۷ پر بھی ہیں اور صفحہ ۱۰۷ پر بھی آئے ہیں ۔

اس انتخاب کا دیوان الحماسہ سے موازنہ تو ہو نہیں سکتا اس لئے کہ دونوں کے انداز بالکل مختلف ہیں البتہ اس کے بارے میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ یہ اپنے انداز میں ایک رنگا رنگ اشعار کا اچھا اور مفید مجموعہ ہے جو پڑھنے والے کے لئے ایک اچھی اور دلچسپ ذہنی خوراک مہیا کرتا ہے ۔ صاحب ذوق آدمی کو اپنے ذوق کے اشعار آسانی سے مل جاتے ہیں ۔ ڈاکٹر یوسف کی تیار کردہ فہرستیں بھی اس سلسلے میں مفید ہیں ۔ اس کے انتخاب میں جو انفرادیت کا پہلو ہے وہ پڑھنے والے کی دلچسپی آخر تک قائم رکھتا ہے ۔ بحیثیت مجموعی یہ بہت قابل تحسین ذخیرۂ اشعار ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



**الحماسة لابن الشجری :**

ابو السعادات ھبة اللہ بن علی بن محمد المعروف بابن الشجری البغدادی ۴۵۰ھ میں پیدا ہوئے ۔ علم نحو ، لغت ، اشعار العرب ، احوال العرب وغیرہا میں ان کی معلومات غیر معمولی تھیں ۔ ادب کے امام مانے گئے ہیں ۔ ان کی ایک مفید اور ضخیم کتاب ہے جو انھوں نے ۸۴ مجالس میں لکھوائی ۔ نحو کی بہت سی کتابیں لکھیں اور کئی مفید کتابوں کی شرحیں بھی تیار کیں ۔ ان کے شاگرد ابو البرکات عبدالرحمان بن محمد الانباری ان کے بارے میں لکھتے ہیں : کان فرید عصرہ و وحید دھرہ فی علم النحو و کان تام المعرفة باللغة ۔ وہ بہت خاموش طبع تھے ۔ ۵۴۲ھ میں وفات پائی[۵۱] ۔ وہ بغداد کے علاقے کرخ میں اپنے گھر کے اندر دفن کیے گئے ۔ امام سیوطی نے یاقوت کے حوالے سے بتایا ہے کہ ان کے ننھیال کے گھر کے اندر ایک درخت تھا اور باقی ساری آبادی میں اور کوئی درخت نہیں تھا اس لیے یہ اس درخت کی طرف منسوب کر دیئے گئے اور ابن الشجری کہلائے[۵۲] ۔

ابن الشجری نے بھی کلام عرب سے اشعار کا انتخاب کیا ہے اور انداز بڑی حد تک حماسہ ابی تمام والا رکھا ہے ؛ البتہ ابواب کی تعداد میں اس سے کچھ تجاوز کر گئے ہیں ۔ ان کے انتخاب کے پندرہ باب ہیں ۔

تیرھویں باب کے بعد ”مقطعات من غزل شعر جماعة من المحدثین“ لکھ کر ایک اضافی عنوان بنا دیا ہے ۔ اس کے بعد چودھویں باب میں الگ الگ بیس فصلیں قائم کر دی ہیں جو کم و بیش سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں ۔ گویا یہ ایک باب کتاب کے ایک تہائی حصے پر پھیلا ہوا ہے ۔ اسی کا عنوان ”باب صفات النساء و التشبیہات“ ہے ۔

صفحہ ۲۸۲ پر کتاب ختم ہو جاتی ہے لیکن اس کے بعد ”ھذہ الاشعار مزیدة علی أصل الکتاب“ کے عنوان کے تحت اگلے نو صفحات پر مزید اشعار درج ہیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



**تبصرہ :**

ابو تمام کے حماسہ کے مقابلے میں اس حماسہ پر بھی وہی باتیں صادق آتی ہیں جو بحتری کے حماسے پر تبصرے کے دوران گزر چکی ہیں ۔ البتہ اس میں بحتری کے مقابلے میں یہ بات بہتر نظر آتی ہے کہ ابواب کی تعداد بہت کم ہے اور جو باب باندھے گئے ہیں ان میں جامعیت زیادہ ہے ۔ نفس مضمون کے مقابلے میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ بعد میں آنے کے باوجود بچے کھچے ذخیرے میں سے اچھا مجموعہ تیار کر لیا ہے ۔

ابن الشجری بعض اشعار کے نقل کرنے سے قبل راویوں کا سلسلہ بیان کرتے ہیں ۔ اس کی مثالیں ۱۲۸ ، ۱۴۸ اور ۱۶۱ نمبر صفحات پر دیکھی جا سکتی ہیں ۔ انھوں نے بعض جگہ دو دو شعر بھی لیے ہیں اور ابو تمام ہی کی طرح ''و قال آخر'' لکھا ہے ۔ اشعار کے ذکر میں ترتیب زمانی ملحوظ نہیں رکھی گئی بلکہ جس زمانے کے شاعر کا کوئی بر محل شعر ملا اسے نقل کر لیا گیا ۔

ابن الشجری نے صاحب الاغانی کی طرح بعض اشعار سے متصل بعد بعض مفردات کے معانی خود سمجھا دیئے ہیں جس سے ان مفردات کے صحیح معانی سمجھنے میں قاری کو کافی سہولت محسوس ہوتی ہے ۔

اس حماسہ کا حماسہ أبی تمام کے ساتھ موازنہ کرنے کا موقع نہیں بنتا اس لیے کہ زبان خلق نے ہی فیصلہ دے دیا ہے کہ اس حماسے کو بھی افادیت اور مقبولیت کے لحاظ سے حماسہ ابی تمام سے کوئی نسبت نہیں ۔ یہ کتاب اگرچہ چھپ چکی ہے لیکن جب اسے تلاش کرنے لگیں تو کہیں کسی مجہول کرنے میں پڑی ملتی ہے ۔

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



هذا لسان عربی مبین

قدطبع الکتاب المستطاب الذی ینطوی علی حل الأشعار العربیة و قصائد الادبیة

المسمی

بشرح الحماسة

المعروف

بالفیضی

للعلامة الیلمعی الفاضل اللوذعی مقبول الزمن

مولوی فیض الحسن

المدرس العالی فی بلدة لاهور

فی المطبع المعزے الی منشی نولکشور

۱۲۹۴ھ

یہ سرورق بہت خوبصورت بیلوں سے سجایا گیا ہے ۔ اس کی پشت سے کتاب شروع ہوگئی ہے ۔ پہلا صفحہ تعارف کا ہے جو دوسرے صفحے پر ختم ہوتا ہے اور ساتھ ہی شرح شروع ہو جاتی ہے ۔ یہ شرح آٹھ سو (۸۰۰) صفحات پر پھیلی ہوئی ہے ۔ آخر میں اس کی طباعت کی روئیداد لکھی ہے اور مولانا فیض الحسن کا تعارف شاندار الفاظ میں کروایا گیا ہے ۔ اس بات کا ذکر خاص طور پر کیا گیا ہے کہ آپ مولوی فضل حق خیر آبادی کے شاگرد ہیں ۔

**وجہ تصنیف :**

اس شرح کو لکھنے کا خیال مولانا کو کیوں آیا ؟ اس کی وضاحت انہوں نے خود صفحہ اول پر کر دی ہے جہاں وہ فرماتے ہیں : ”حماسہ“ ایک متداول اور مقبول کتاب ہے لیکن علامہ تبریزی نے اس کی شرح میں بعض باتیں نظر انداز کر دی ہیں جن کی شمولیت انتہائی ضروری تھی اور بعض ایسی باتوں کی شرح میں طویل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کلام کیا ہے جس کا پڑھنے والے کو بہت ہی کم فائدہ ہے ۔ چنانچہ میں نے ارادہ کیا کہ ایسی شرح لکھوں جو پڑھنے والے کو اکتاہٹ میں مبتلا نہ کرے اور شائقین کو اپنے اندر جذب کر لے ۔ ان میں تنفر پیدا نہ کرے ۔ یہ بات میں نے اپنے اوپر اس لیے بھی واجب کر لی کہ مدارس اسلامیہ کا اپنے دل میں بہت احترام رکھتا ہوں اور ان کی حاجت براری اپنے اوپر فرض سمجھتا ہوں ۔ خاص طور پر مدرسہ سہارنپوریہ (مظاہر علوم) اور مدرسہ دیوبندیہ (دارالعلوم) ۔ چنانچہ میں نے اس کام کو سر انجام دینے کے لیے پختہ ارادے کے ساتھ کمر باندھ لی اور اپنی قوت و طاقت (علمی استعداد) اس کے مفردات ، صلات ، مشکل مقامات اور الجھے ہوئے مسائل حل کرنے میں صرف کر دی اور اس کا نام الفیضی رکھا[۵۳] ۔

**فوری طباعت کا سبب :**

مولانا فرماتے ہیں : "جب میری یہ شرح مکمل ہوگئی تو میرے ایک شاگرد عبدالجبار ملکاپوری نے مجھ سے یہ مطالعہ کے لیے لی ۔ لیکن وہ بڑا ناشکرگزار (اور ناخلف) شاگرد ثابت ہوا ۔ اس نے میرے احسانات کو یکسر فراموش کر دیا اور چپکے سے شرح نقل کر لی اور اس میں معمولی تغیرات کر کے اسے اپنے نام پر چھپوا لیا ۔ ۔ ۔ ۔ اس نے اس (فعل شنیع) پر بہت رسوائی اٹھائی اور عنقریب اللہ تعالٰی بھی اسے دردناک عذاب دے گا ۔"[۵۴]

(مولانا امین احسن اصلاحی نے بالمشافہ گفتگو میں بتایا کہ اس طالب علم کی غداری کی وجہ سے اس شرح کی کتابت راتوں رات کروا کر اسے چھپوا دیا گیا تا کہ وہ سبقت لے جا کر مولانا کی ہستی کو پس پشت نہ ڈال دے)[۵۵] ۔

آخر میں مولانا فیض الحسن تعارفی کلام میں یوں رقم طراز ہیں :

"لما كان علم الأدب قد نفد و قل ولم يبق من نهل منه و عل قد كنت أعرض عن شرح هذا الكتاب و أحيد و لكن الله يفعل ما يشاء و يحكم ما يريد ۔"[۵۶]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



**خصوصیات :**

(۱) **عجمی مصنف :** سب سے پہلی قابل ذکر خاصیت یہ ہے کہ اس اعلی پائے کی شرح ایک عجمی نے لکھی ـ خود اہلِ زبان کی شروح میں سے کوئی شرح اس قدر جامع صفات کی حامل نہیں ـ عربوں میں سے جس جس نے حماسہ کی شرح کی طرف توجہ کی اپنے سامنے کوئی خاص پہلو رکھ لیا جس پر زور دیا بلکہ بعض نے تو غیر ضروری حد تک زور دیا اور باقی پہلو یا تو بالکل نظر انداز کر دیئے یا سرسری سے ذکر تک محدود رہے ـ تبریزی نے اپنے دیباچے میں اظہار تو اس مقصد کا کیا کہ وہ اپنی شرح میں دیگر شارحین کے مقابلے میں زیادہ جامع اور متعدد پہلودار شرح لکھے گا لیکن اس بات کو نباہ نہیں سکا ـ مولانا فیض الحسن نے تبریزی کی کمزوریوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی شرح کو ان سے مبرا کر لیا ہے ـ

(۲) **ہند میں عربی شرح :**

ہندوستان میں حماسہ پر لکھی گئی شروح میں سے یہ پہلی قابل ذکر شرح ہے ـ مولانا کے ہمعصر مولوی نجف علی جھجھری اور مولوی عبدالقادر کوکنی نے (الرصافۃ القادریہ کے مصنف) حماسہ کی شرحیں لکھی ہیں لیکن مؤخر الذکر کی شرح کو حماسہ کا حاشیہ کہا جا سکتا ہے صحیح معنوں میں شرح نہیں ـ مولوی نجف علی کی شرح دیکھنے میں نہیں آئی لیکن ان کے حالات اور علمی مشاغل کے مختصر تذکرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک اوسط درجے کے اچھے عالم تھے جن کا ادبی ذوق بھی قابلِ ذکر رہا ـ لیکن جس طرح مولانا فیض الحسن کی تصانیف کے بارے میں لوگ رطب اللسان ہیں ، ایسی بات ان کی کتابوں کے تذکرے میں مفقود ہے ـ مولانا سید عبدالحی نے ان دونوں کا اور مولانا فیض الحسن کا بحیثیت شارحین دیوان حماسہ اکھٹا ذکر کیا ہے لیکن آخر میں لکھ دیا ہے کہ ان میں سے بہترین شرح ''الفیضی'' ہے[۵۷] ـ

(۳) **تذکرہ و تعارف حماسیین :**

ہر نظم سے قبل جہاں تک ممکن ہو سکا مولانا نے اپنی پوری کوشش کر کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



نظم کہنے والے کا نام تلاش کیا اور پھر اس کے بارے میں ہر پہلو سے ایسی خبریں فراہم کیں کہ پڑھنے والے کے لیے وہ شاعر اور اس کا خاندان یا قبیلہ معروف و مانوس ہوگئے ۔ اس چیز نے اشعار فہمی میں بہت سہولت پیدا کر دی ہے ۔ جس کسی شخص کا ذکر اس کے تعارف کے ساتھ اس کے اشعار کا پس منظر بھی بتایا اور اس خاص موقع سے بھی مطلع کیا ہے جس وقت وہ شعر کہے گئے ۔

**(۴) انساب کے مکمل تذکرے :**

مولانا فیض الحسن کم از کم ہندوستان کے علماء میں سے علم الأنساب کے بے مثال قسم کے عالم کی حیثیت سے اس شرح میں سے اُبھر کر سامنے آئے ہیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذوق انہیں عربی زبان و ادب کے ساتھ ہی مثالی انداز میں ودیعت ہوا ہے ۔ اس ذوق نے ان کی عربی دانی پر بھی بہت صحت مند اثر ڈالا ہے ۔ اس بات کا انہیں خود بھی احساس تھا کہ انہیں اس میدان میں اچھا درک حاصل ہے اس لیے وہ ان محدثین پر افسوس کیا کرتے تھے کہ حدیث تو پڑھتے پڑھاتے ہیں لیکن علم الأنساب کی معرفت جو اس علم کا طرۂ امتیاز ہے اس سے نابلد ہیں[۵۸]۔ اس دیوان میں جس طرح انہوں نے ہر آنے والے شخص کے حسب نسب پر روشنی ڈالی ہے اگر کوئی محنت کر کے ان انساب کو اکٹھا کرے تو بعید نہیں کہ ایک عمدہ کتاب تیار ہو جائے ۔ ان انساب کی معرفت کی وجہ سے بھی انہوں نے بعض جگہ تبریزی کی غلط روایتوں کی نشاندہی کی ہے ۔

**(۵) علم عروض کے اشارے :**

مولانا کو شاعری سے خاص شغف رہا ہے ۔ عربی ، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں شعر کہنے کی یکساں مہارت رکھتے تھے؛ اس لیے علم عروض کی باریکیوں سے بھی بخوبی آگاہ تھے ۔ چنانچہ ہر نظم کی بحر کا نام بتاتے ہیں اس کے قافیے کا ذکر کرتے ہیں اور زحاف یا علت کی طرف بھی اشارہ کر جاتے ہیں ۔ یہ بات انہوں نے بغیر استثناء تمام شرح کی ہر نظم میں قائم رکھی ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



**(٦) شرح کا انداز :**

شاعر کا نام لکھ کر اس کا تعارف کرواتے ہیں پھر ایک ایک شعر یا کسی جگہ جہاں دو یا تین اشعار کا مفہوم ایک دوسرے سے مربوط ہو لکھ کر اس کے بعد شرح کی طرف آتے ہیں اس طرح کہ :

(الف) پہلے شعر کے ساتھ بحر کا نام اور زحاف وغیرہ کی طرف اشارہ اور پھر قافیہ لکھنا ۔

(ب) مفردات کا ایک ایک کر کے لانا اور ان کی عربی میں وضاحت ۔

(ج) اگر کسی شعر میں کسی شخص کا غیر مانوس نام آ گیا ہے تو اس کا صحیح تلفظ اور اس شخص کا تعارف ۔

(د) اگر ضمناً کوئی واقعہ یاد آ گیا ہے تو اس کی تفصیل بیان کرنا یا جنگ کا ذکر آیا ہے تو اس کے اسباب اور واقعات و نتائج پر روشنی ڈالنا اور متحارب قبائل کا تفصیل سے ذکر کرنا ۔

(ھ) ان سب تشریحی پہلوؤں سے فارغ ہو کر شعر کی سلیس عربی میں ترجمانی تاکہ مفردات کا جو مفہوم سمجھایا ہے اُسے مسلسل عبارت میں بھی قاری کے سامنے ترتیب سے رکھ دیا جائے ۔ اس ترجمانی سے پہلے نمایاں طور پر "یقول" یا "تقول" لکھ دیتے ہیں ۔

(و) حتی الوسع ہر آنے والے شخص کا نسب تفصیل سے بیان کرتے ہیں ۔

**(۷) شواھد :**

مولانا نے اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ ان کی شرح کا کوئی پہلو کمزور نہ رہ جائے ۔ عربی ایک وسیع زبان ہے جس کے ایک ایک کلمہ کے کئی کئی معانی نکلتے ہیں ۔ اس لیے بات کرنے والے کو شروع زمانے ہی سے اپنی تائید کے لیے اھل زبان کے کلام سے حوالے دینا پڑتے تھے تاکہ جو بات جس پیرائے میں کہہ رہا ہو اس کے ثبوت میں اہل زبان کے روزمرہ کا استعمال پیش کر دے ۔ جو شخص اپنے کلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کی تائید کلام عرب سے کر دیتا اس کی بات سند ہو جاتی ۔ مولانا کو اس بات کا شعور بخوبی تھا اس لیے انھوں نے اپنی شرح کے اس پہلو کو خوب مضبوط کر لیا ہے ۔ وہ جا بجا کلام عرب سے شواہد لاتے ہیں تا کہ ان کی توجیہات کو تسلیم کرتے ہی بنے کسی کو ان کی شرح پر اعتراض کا موقع ہاتھ نہ آئے ۔ اس بنا پر یہ شرح ایک مضبوط ادبی دستاویز بن گئی ہے اور کسی بھی اہل زبان کی تصنیف کے ہم پلہ قرار پاتی ہے ۔ اور پھر مولانا کی نکتہ ور طبیعت اور ذہانت و فطانت نے بلاشبہ اس شرح کا رتبہ موجودہ شرحوں سے بہت بلند کر دیا ہے ۔

**(۸) القاموس المحیط سے استفادہ :**

جگہ جگہ اس کتاب کے حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کو یہ کتاب کم و پیش زبانی یاد ہو چکی تھی ۔ جہاں کسی کلمے کے کوئی نئے سے معانی سمجھاتے ہیں وہاں اس مستند لغات کا حوالہ ساتھ دے دیتے ہیں ۔ اس کا استعمال اس قدر زیادہ ہے کہ بعض جگہ جہاں کتاب کی عبارت میں سے کوئی کلمہ پڑھا نہیں گیا وہ جس کلمہ کے معانی کے سلسلے میں آیا تھا اس کلمے کو اس لغات میں دیکھا تو عموماً الجھن دور ہوگئی کیونکہ القاموس المحیط میں وہ کلمہ مل گیا ۔ (راقم)

**(۹) اپنی تصانیف کے حوالے :**

مولانا فیض الحسن کی بیشتر تصانیف عربی میں ہیں جو مختلف موضوعات پر ہیں ۔ ان کتابوں میں جہاں کہیں کسی حماسی کا شعر آیا ہے مولانا نے اس کی تشریح دیکھنے کے لیے اسی ''الفیضی'' کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا ہے ۔ اسی طرح اگر ''الفیضی'' میں کوئی ایسی بات آ گئی ہے جس کا تذکرہ انھوں نے اپنی کسی دوسری کتاب میں کر رکھا ہے تو اس طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا ہے ۔ مثلاً یہاں ایک جگہ تحفہ صدیقیہ کے صفحہ ۳۲ کا حوالہ دیا گیا ہے ۔

**(۱۰) تبریزی کا محاسبہ :**

مولانا کو ''الفیضی'' لکھنے کی طرف رغبت ہی شرح تبریزی دیکھ کر ہوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



تھی - ان کے اپنے قول کے مطابق ، جو گزر چکا ہے ، تبریزی نے کئی ضروری اور اہم باتوں کے ذکر سے پہلوتہی کی ہے اور بعض ایسی باتوں کو طوالت دی ہے جن کو اتنا کھینچنا کوئی ضروری نہیں تھا - چنانچہ مولانا نے تبریزی پر دو قسم کا کلام کیا ہے - ایک تو بعض بعض جگہ اس کی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے جو موقع پر بھی کی گئی ہے اور کتاب کے آخر میں ایک فصل میں وہ اغلاط اکھٹی کر دی گئی ہیں - دوسری قسم کا کلام بعض ان چیزوں کے ذکر کے حوالے سے کیا ہے جنہیں تبریزی نے چھوڑ دیا ہے اور مولانا نے اپنی کوشش سے وہ نئے نکتے اپنی شرح میں پیش کیے ہیں - ان کو بھی موقع پر ذکر کرنے کے بعد آخر میں مستقل عنوان کے تحت اکھٹا کر دیا گیا ہے -

**(۱۰) کتب حوالہ کا تذکرہ :**

مولانا نے جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے ان کا تذکرہ تعارفی صفحے میں بھی کر دیا ہے اور جہاں جہاں ان سے کوئی حوالہ یا واقعہ لیا ہے وہاں بھی ان کے نام لکھ دیئے ہیں - ان میں شرح الحماسہ للتبریزی ، کتاب الاغانی ، ابن خلدون ، ابن خلکان ، الکامل فی الادب و اللغۃ للمبرد ، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ، اسد الغابۃ اور القاموس المحیط کا نام خاص طور پر لیا گیا ہے - ان کے علاوہ زمخشری کی الفائق کا تذکرہ بھی کیا ہے اور قرآن مجید اور احادیث کے حوالے بھی جابجا حسب ضرورت دیئے گیے ہیں - ان سب مراجع میں سے خاص طور پر جو مولانا نے بہت زیادہ استعمال کیے ہیں وہ الاغانی اور القاموس المحیط ہے - ان کی مدد سے مولانا نے بعض بہت نادر اور انوکھی معلومات کا اضافہ کیا ہے - کتابوں کے علاوہ وہ اپنے عام مطالعہ سے حاصل ہونے والی باتیں یا اشعار وغیرہ کو بھی موقع بہ موقع لا کر عبارت کو خوبصورت اور پُر اثر بناتے جاتے ہیں -

**اس کی کمزوریاں :**

**(۱) کتابت :** مولانا فیض الحسن کی بہت سی کتابیں لکھائی اور چھپائی کے لحاظ سے انتہائی گندی ہیں لیکن الفیضی تو ان سب میں سے بد ترین حالت میں ہے -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اس کے ان عیوب میں سے مندرجہ ذیل خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں :

(الف) نستعلیق (فارسی) خط میں لکھی گئی ہے اور لکھنے والا اچھا خاصا بد خط شخص ہے۔ بہت اُلجھے ہوئے ذہن والا کاتب معلوم ہوتا ہے۔

(ب) اشعار عربی خط (نسخ) میں لکھے گئے ہیں اور وہ بھی انتہائی بُری طرح مزدوج انداز میں۔ بعض جگہ انہیں پڑھنا کسی اُلجھے ہوئے قدیم خط والے قلمی نسخے سے بھی زیادہ دشوار ہو گیا ہے۔ شاید لکھنے والا کسی ان پڑھ کی طرح یہی سمجھتا ہے کہ عربی عبارت خوبصورت بنانے کا طریقہ یہی ہے کہ لفظ ایک دوسرے میں اُلجھا دیئے جائیں ! !

(ج) اگر کہیں کوئی کلمہ عبارت سے رہ گیا ہے تو اسے عبارت کے اندر ہی بین السطرین کہیں اوپر نیچے دائیں بائیں اُلٹا سیدھا کر کے لکھ دیا گیا ہے۔ اب پڑھنے والے کا امتحان ہے کہ پہلے کلمے کا زاویہ معین کرے اور پھر اس کو پڑھنے کی جد و جہد میں گرفتار ہو جائے۔

(د) بعض جگہ کلمات کے معانی بین السطرین لکھے ہیں۔ یہ لکھنے کا انداز میسر جگہ کا مرہون منت ہے۔ جیسی جگہ یا خلا میسر ہے اس کے مطابق کلمے کو آڑا ترچھا کر کے یا پہلو پر لکھ دیا گیا ہے۔ جس سے اصل عبارت بھی جو سیدھی سطروں میں چل رہی ہے متاثر ہو ہو جاتی ہے۔

(ہ) اگر کوئی طویل عبارت رہ گئی ہے تو صفحے کے اندر نشان دے کر باہر حاشیے پر اسے لکھ دیا گیا ہے۔ اول تو اندر لکھے ہوئے نشان کی تلاش ہی دشوار ہو جاتی ہے۔ جب اس میں کامیابی کے بعد باہر کی عبارت کی طرف رُخ ہوتا ہے تو انتہائی حوصلہ شکن صورت حال کا سامنا ہوتا ہے۔ حاشیے کی عبارت عام طور پر اس بری طرح سے گھسیٹی گئی ہے کہ پڑھنے والا ٹامک ٹوئیے ہی مارتا رہ جاتا ہے۔ بہت کم بات پلے پڑتی ہے۔ خاص طور پر جو اسماء وغیرہ ہیں ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کا معاملہ تو بہت ہی نا گفتہ بہ ہے - انساب میں عام طور پر احتیاط برتی جاتی ہے کہ پڑھنے والا ایک کی جگہ اس سے ملتا جلتا کوئی دوسرا نام نہ سمجھ لے اس لیے ایک عالم شخص جب انساب کا ذکر لاتا ہے تو انتہائی احتیاط سے رک رک کر واضح لکھتا ہے تاکہ قاری کو التباس سے بچایا جا سکے لیکن یہاں ایسے جری لکھنے والے سے پالا پڑا ہے کہ اسے کچھ پروا ہی نہیں - اسماء میں جہاں چاہا کسی حرف پر ایک نقطہ ڈال دیا کہیں دو ڈال دیئے اور اگر دل نہ چاہا تو پورے پورے ناموں میں کہیں کوئی نقطہ ڈالنا مناسب ہی نہیں سمجھا - یہ کوتاہی اصل عبارت میں تھی جیسی کے تہی حاشیے میں جو انساب اضافی طور پر لکھے گئے ہیں وہاں تو بد خطی اور بے پرواہی کی انتہا ہو گئی -

(و) حاسیوں کے اسماء کسی جگہ تو عبارت کے اندر جلی قلم سے لکھے گئے ہیں اور باہر بھی اسی قلم سے حاشیے پر درج کر دیئے گئے ہیں لیکن بعض جگہوں پر عام قلم سے لکھ دیا ہے اور حاشیے پر بھی کوئی نشان نہیں اس لیے ایسے شخص کا نام تلاش کرنے میں دقت ہوتی ہے -

**عجیب دعویٰ :**

کتاب کے آخر میں لکھا ہے : ”درمطبع - - - نولکشور - - - لکھنؤ بموجودگی خود بتصحیح و مقابلہ جناب کمالات انتساب عالم یلمعی مولوی رحم الٰہی صاحب بنگلوری بخط واضح بر کاغذ عمدہ بماہ جنوری ۱۸۷۷ء مطابق ماہ محرم الحرام ۱۲۹۴ھ طبع کنانید -

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ تصحیح و مقابلہ کس سے ہوا اور کیسے ہوا - کتاب تو زبان حال سے چلا چلا کر کہہ رہی ہے کہ مجھے اس قدر بری طرح لکھنے کے بعد ایک دفعہ توجہ سے نہیں پڑھا گیا - اصل مسودے سے موازنے کے دعویٰ کے خلاف متن اور حواشی کی عبارتیں مجسم احتجاج ہیں - نہیں معلوم کہ اس زمانے میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



''خط واضح'' کی تعریف کیا تھی - کم از کم آج کی اصطلاح میں خط واضح کے معیار پر یہ کتاب کسی طرح بھی پوری نہیں اترتی - - - - - بلکہ شاید ہی کوئی صفحہ مکمل طور پر خط واضح میں ملے - ایسی کتابت اور طباعت اور تصحیح و مقابلہ پر مولوی رحم الٰہی کو خراج تحسین پیش کرنے والے پر اللہ رحم کرے -

**(۲) رسم الخط :**

رسم الخط میں بعض حروف کی بناوٹ عربی کتاب کے حوالے سے بالکل غیر مانوس ہے - مثلاً عربی میں ''ے'' یعنی یائے مجہول کا وجود کوئی نہیں لیکن خط چونکہ نستعلیق استعمال کیا گیا ہے اس لیے عربی الفاظ میں بھی یہی ''ے'' استعمال کی گئی ہے اور صورت حال یہ ہے کہ اردو میں ''ی'' یائے معروف موجود ہے اور اس کا استعمال عبارت کے پڑھنے میں آسانی پیدا کر سکتا ہے - اسی طرح ''لکن'' کو لا کن'' لکھا گیا ہے ''البطی'' کو بغیر آخری ہمزہ کے اور قبیلہ ''طیّء'' کو طی لکھنے پر اکتفاء کیا گیا ہے ''د'' اور ''و'' کے درمیان کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا - ''ھ'' کو کلمہ کے درمیان میں ''ہ'' لکھا گیا ہے - جیسے متجاہل - ہائے ''ہوز'' جب کلمہ کے آخر میں آئی ہے تو اسے ''ہا'' لکھا گیا ہے جو ''ہا'' (باء) لگتا ہے - اس طرح کی اور بہت سی بناوٹیں ہیں جن کی وجہ سے آدمی بار بار رک کر اور غور کر کے پہلے حروف کی تعیین کرتا ہے اور پھر عبارت سمجھنے کی طرف آتا ہے -

**(۳) مجرمانہ غفلت :**

یہ بات انتہائی قابل مذمت ہے کہ قرآن مجید کی آیات جو ہر مسلمان اور خاص طور پر عربی پڑھنے پڑھانے والے کے منہ پر رہتی ہیں انتہائی غلط ہیں - نہ صرف یہ کہ کتابت غلط کی گئی ہے بلکہ کئی جگہ الفاظ چھوڑ دیئے گئے ہیں اور کئی جگہ غلط الفاظ درج کر دیئے گئے ہیں - یہ ایسی حرکت ہے جس پر مولانا فیض الحسن اور مولوی رحم الٰہی کا سخت ترین محاسبہ ہونا چاہیے تھا - کاتب اگر مسلمان ہی تھا تو وہ بھی اس جرم میں برابر کا شریک ہے - قرآن کی کتابت میں یہ ہولناک غلطیاں ہمارے اس خیال کو صحیح ثابت کرتی ہیں کہ کسی نے بھی اس کتاب کو ایک دفعہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



لکھنے کے بعد دوبارہ پڑھنے بلکہ سرسری طور پر پڑھنے کی بھی تکلیف گوارہ نہیں کی، ورنہ کم از کم قرآن کی عبارتیں تو درست ہو جاتیں ۔

**ذمے دار کون ؟**

یہ کتاب مولانا فیض الحسن کی زندگی میں لکھی گئی اور اسی دور میں چھپ گئی ۔ اس لیے اس کی کتابت ، طباعت اور رسم الخط کی جملہ اغلاط کی ذمے داری براہِ راست ان پر آتی ہے ۔ ان کی وفات سے کم و بیش دس برس قبل یہ بازار میں آ چکی تھی ۔ ان پر لازم تھا کہ کاتب کا لکھا خود پڑھتے اس کی اصلاح کرتے اپنے مسودے سے موازنہ کرتے اس رسم الخط میں جو سقم ہیں انہیں دور کرواتے ۔ مولوی عبداللہ قریشی نے اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ مولانا کے مسودے میں نقطے بہت کم ہوتے ہیں اور عربی خواں مشاق کاتبوں کے سوا ان کی تحریر کو کوئی آسانی سے پڑھ نہیں سکتا تھا ۔ اس صورت حال میں کاتب کی کتابت کو بالاستیعاب پڑھنا اور بھی ضروری تھا ۔

ممکن ہے کہ وہ کاتب جس نے ''الفیضی'' کا مسوّدہ پڑھا اور اسے لکھا ''مشاق'' ہی ہو لیکن بدقسمتی سے کتابت میں مشاق معلوم نہیں ہوتا ۔ وہ مولانا کے تبحر علمی سے معلوم نہیں متاثر ہوا ہے یا نہیں لیکن ان کی کمزور خطاطی کا اثر خوب اچھی طرح لیا اور جس آزمائش سے خود گزر کر اس نے فیضی کو مکمل کیا اسی آزمائش میں بعد میں آنے والے سب قاریوں کو ڈال دیا یہاں تک کہ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ عربی کے سربراہ نے اس نسخے کو خطی ہی شمار کر کے اس عاجز کو دوبارہ اس کی تدوین (Editiing) پر لگا دیا ۔

**(۴) بعض نامکمل حوالے :**

کئی جگہ پر کسی مصراع ، شعر یا مقدمے سے استشہاد کیا گیا ہے لیکن روانی میں آگے گزر گئے ہیں اور کسی شاعر یا قائل وغیرہ کا نام وغیرہ نہیں بتایا گیا ۔ ان میں سے بعض تو مل گئے ہیں جن کا ذکر حاشیہ میں کر دیا گیا ہے اور کئی ایسے مواقع ہیں جن کے بارے تاحال کوئی کامیابی نہیں ہوئی ۔ ممکن ہے کہ مولانا کو خود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ان کے کہنے والوں کے نام یاد نہ رہے ہوں یا ان کے حلقے میں یہ اشعار و اقوال اتنے معروف ہوں کہ ان کے کہنے والے کے حوالے کی ضرورت ہی نہ محسوس ہوئی ہو۔ بہرحال آج ہمیں بعض چیزوں نے عاجز کر دیا ہے۔

**(۵) فارسی کا غلبہ :**

بعض جگہ الفاظ کے معنی بتاتے ہوئے فارسی الفاظ استعمال کر جاتے ہیں۔ مثلاً صفحہ ۱۵۵ پر "قوارض" کے نیچے "کلمات درشت" لکھ گئے ہیں۔ اس طرح دو نامناسب باتیں پیدا ہو گئی ہیں ایک تو عربی عبارت میں غیر عربی کی دخل اندازی اور دوسرا بین السطرین لکھنے کی وجہ سے پہلے سے بدنما لکھائی میں بدنمائی کا ایک اور عنصر جمع ہو گیا۔

**(۶) واقعات میں تقدیم و تاخیر :**

کسی کسی جگہ واقعات کا اختصار سے ذکر کیا گیا ہے لیکن ان کی تقدیم و تاخیر میں کچھ تغیر واقع ہو گیا ہے مثلاً نظم نمبر ۱۶۵ میں شنفری کے حالات میں شنفری کی کھوپڑی کو ٹھوکر مار کر اس کے زخم سے مرنے والے کا ذکر پہلے کر دیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے : ثم أخذوه و قیدوه و سألوه قبل قتله "این نقبرک ؟" وقالوا له : انشدنا - فقال : انما النشید علی السرور وانشد - - - - - " مولانا نے یہ عبارت اغانی پڑھ کر ترتیب دی لیکن ترتیب میں عبارت ٹھیک انداز میں واقعات کی ترتیب سے مرتب نہیں ہوئی۔ صاحب اغانی نے اسے یوں لکھا ہے کہ انھوں نے شنفری سے شعر سنانے کو کہا تو اس نے انکار کر دیا۔ پھر جب انھوں نے اس سے پوچھا کہ تمھیں دفن کہاں کریں تو اس وقت اس نے شعر پڑھے - - - - - -

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کتابت میں غلطی سے تقدیم و تاخیر کا معاملہ الٹ گیا ہو اور چونکہ پروف ریڈنگ نہیں ہوئی اس لیے اصلاح بھی نہ ہوئی۔

**(۷) نظموں کے نمبر :**

نظموں کو بغیر نمبر بکے بعد دیگر لکھتے گئے ہیں جس سے اگر کسی خاص نظم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کو دوبارہ پڑھنا ہو تو اسے تلاش کرنے میں دقت ہوتی ہے ۔ بہتر ہوتا کہ نظموں کو نمبر لگا دیئے جاتے اور اس سے بھی مزید بہتر صورت یہ تھی کہ کتاب کے آغاز یا اختتام پر تمام نظموں کی ایک مسلسل فہرست بنا دی جاتی ۔

(۸) غیر مقبول ہونے کی وجہ :

اس مقالے میں مولانا فیض الحسن کی شرح کی اس قدر فضیلت کا ذکر پڑھ کر قاری سوال کر سکتا ہے کہ جس شرح کا اتنا چرچا کیا جا رہا ہے اس کی طرف لوگوں کا میلان کیوں نہیں ؟ کیا وجہ ہے کہ یہ روز اول سے آج تک گمنامی میں پڑی ہے ؟ اس کا جواب وہ تمام فنی کمزوریاں ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے ۔ اس کی بد خطی ، گندی طباعت اور کوڑیوں کے حساب سے ناقابل فہم عبارات اور الفاظ اور بد رنگ کاغذ ان ساری چیزوں نے مل کر بحیثیت مجموعی اس کی ایسی ہیئت بنا رکھی ہے کہ جو کوئی اس کی تعریف پڑھ کر اس کی طرف بڑھتا ہے اس کی صورت دیکھ کر اس سے پیچھے ہٹ جاتا ہے ۔ اگر اسے تبریزی یا مرزوقی کے انداز میں چھاپا جاتا تو یقیناً یہ شرح سب سے زیادہ مقبول و متداول ہوتی ۔

## دیگر شروح سے موازنہ

اس وقت جو مطبوعہ شروح ہمارے سامنے ہیں ان میں سے قدیم ترین مرزوقی کی ہے ۔ اس کے بعد تبریزی اور پھر مولانا فیض الحسن کی ۔ انھی کے زمانے میں عبدالقادر نے الرصافۃ القادریہ لکھی تھی ۔ ان کے بعد مولوی ذوالفقار علی کی اور پھر مولوی اعزاز علی کی ۔ ان شروح میں اصل موازنہ تو پہلی تینوں کے درمیان ہو سکتا ہے باقی شرحیں تو ایک قسم کے حاشیے ہیں ۔ اگرچہ مرزوقی تبریزی سے پہلے گزرا ہے لیکن ہم یہاں طباعت کے سنین کو ملحوظ رکھتے ہوئے تبریزی کے ذکر سے بات کو بڑھاتے ہیں :

( ) شرح التبریزی :

ترتیب زمانی کے لحاظ سے مرزوقی (متوفی ۴۲۱ھ) تبریزی (متوفی ۵۰۲ھ) سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



بیش ا کاسی برس پہلے فوت ہوا لیکن اتفاق یہ ہوا کہ تبریزی کی شرح ۱۸۲۸ء میں مستشرق فریتغ کی تحقیق سے عمدہ ٹائپ میں چھپ گئی - اس کے بعد ۱۲۹۶ھ میں قاہرہ سے دوبارہ چھپی - اور اس وقت جو نسخہ ہمارے سامنے ہے وہ محی الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء میں مصر سے طبع ہوا ہے - یہ شرح پہلے چھپ جانے کی وجہ سے سب کے ہاتھوں میں پہنچ گئی اور چونکہ یہ تن تنہا تھی اس لیے اسی کا ہر طرف چرچا ہو گیا -

**انداز تشریح :** تبریزی نے شرح کا انداز یہ رکھا ہے کہ جس شاعر کے شعر سامنے آتے ہیں اس کا تعارف کرواتے ہیں اور جہاں ضروری سمجھتے ہیں وہاں اس کے نام کا اشتقاق کر کے سمجھاتے ہیں - اس میں ان کی بہت سی باتیں ابن جنی کی "المبہج" سے مشابہ ہیں - اس اشتقاق کے مسئلے کو کافی طول دیتے ہیں اور بعض بعض جگہ کلام عرب سے استشہاد لاتے ہیں -

نظم کی شرح کی طرف رخ کرتے ہیں تو پھر اس کی بحر اور زحاف وغیرہ سے آگاہ کرتے ہیں اور ساتھ قافیہ بتاتے ہیں - اس کے بعد مفردات کی تشریح میں پڑ جاتے ہیں - اگر اعلام آ جائیں تو ان کی جیسی ممکن ہو پاتی ہے تفصیل سے آگاہ کرتے ہیں ، اس ضمن میں کہیں قبائل کی وضاحت کرتے ہیں کہیں کوئی شاعر مل جائے تو اس کا تعارف کرواتے ہیں اور اگر اسماء اماکن میں سے ہوں تو ان کے بارے میں بھی ضروری اور ممکنہ اطلاعات سے آگاہ کرتے ہیں - شعر کی روایت میں کوئی اختلاف آ جائے تو اسے بھی خاص اہتمام سے قاری تک پہنچا دیتے ہیں ؛ اشعار کی تشریح کبھی طویل کرتے ہیں اور کبھی اختصار سے بات ختم کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں - عام طور پر شعر کا سلیس عربی نثر میں ترجمہ نہیں کرتے - مفردات کی شرح و بسط کے ساتھ تشریح کرنے کو اس کا قائم مقام سمجھتے ہیں - اگرچہ بعض جگہ یہ کام بھی ادھورا چھوڑ کر اگلے شعر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں -

تبریزی نے نظم میں آنے والے واقعہ کا ذکر نظم کی شرح کے بعد کرنے کا طریقہ اپنا رکھا ہے -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



تبریزی کی شرح کا بیشتر حصہ ابو ہلال العسکری ابوریاش اور المرزوقی کی شروح سے ماخوذ ہے۔ اول الذکر دونوں شارحین کا ذکر تو جا بجا کرتے جاتے ہیں لیکن مرزوقی کا ذکر بہت کم کسی خفیہ سے گوشے میں کسی کسی جگہ کیا ہے، جہاں تک اسماء کے اشتقاق کا تعلق ہے تو وہ سارے کا سارا، جیسا کہ اوپر گزرا ہے، ابن جنی کی "المبهج فی تفسیر أسماء شعراء دیوان الحماسۃ" سے ماخوذ ہے۔ المبهج چھپ چکی ہے اور عام ملتی ہے۔

**(۲) شرح المرزوقی :**

مرزوقی نے شرح اگرچہ پہلے لکھی لیکن وہ تبریزی کی شرح سے ۱۲۳ برس بعد میں طبع ہوئی۔ اس سارے عرصے میں تبریزی کا ہی سکہ چلتا رہا۔

**مقدمۃ :** مرزوقی نے اپنی شرح کا آغاز ایک عمدہ مقدمے سے کیا ہے جس میں شعر اور اس کے مختلف رنگوں ڈھنگوں کے بارے میں پُر مغز اور جامع معلومات اکھٹی کر دی ہیں اور اس میں زمانۂ جاہلیت سے لے کر بنی عباس تک کے دور کا تذکرہ شامل کر دیا ہے۔ اس مقدمے کے بارے میں عبدالسلام ہارون لکھتے ہیں :

"مرزوقی کا یہ مقدمہ نقد أدب میں ایک قابل اعتماد دستاویز ہے۔ اس نے شعر اور ادب دونوں پر تنقید کی ہے اور اس ضمن میں متعدد مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ نظم اور نثر میں سے کس کو فضیلت حاصل ہے اور شاعر و کاتب دونوں میں سے کون زیادہ مقبول ہوتا ہے اور کیوں! اور شعراء کی تعداد نثر نویسوں کے مقابلے میں زیادہ کیوں ہوتی ہے اور ایک ادیب کے لیے بیک وقت نظم اور نثر میں مہارت حاصل کرنا کیوں ناممکن ہے؟"

ابو تمام پر تبصرہ کرتے ہوئے مرزوقی نے لکھا ہے :

"ابو تمام نے جس شعر کا بھی انتخاب کیا اس کی عمدگی کی بنیاد پر کیا اور کوئی بات اس کے سامنے نہیں تھی۔ لیکن جو شعر وہ خود کہتا ہے وہ اس کی اپنی خواہش اور آرزو کا نتیجہ ہیں ــــــ ظاہر ہے وہ چیز جس کی خواہش کی جاتی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اور وہ چیز جسے عمدہ سمجھا جاتا ہے ان دونوں میں بڑا فرق ہے ۔ اس کی دلیل میں یہ بات ہے کہ کبھی کبھی کپڑے کی نوعیت کی پہچان رکھنے میں ماہر شخص ایسے کپڑے کو پہننے کی خواہش کرتا ہے جسے وہ اچھا نہیں سمجھتا اور بعض دفعہ وہ کپڑے کی نوعیت کی اچھائی کو جانتا ہے لیکن اسے پہننے کی آرزو نہیں کرتا ۔

شرح : مرزوقی کا زیادہ زور اشعار کے معانی تک ہی ہے ۔ وہ زیادہ توجہ الفاظ کی لغوی حیثیت کو واضح کرنے پر دیتا ہے اور اشتقاقات سے آگاہ کرتا ہے یا صرف و نحو کے مسائل کی وضاحت کرتا چلا جاتا ہے ۔ اس انداز کی شرح میں کلام عرب سے بھی استشہاد پیش کرتا ہے ۔ لغوی اور نحوی لحاظ سے بہت عمدہ اور بہت مفصل شرح ہے جسے بہترین انداز میں پیش کیا گیا ہے ۔ لیکن یہ انداز بحیثیت مجموعی قاری کی تسلی کے لیے کافی و وافی نہیں ۔ اس کمی کو محسوس کر کے تبریزی نے شرح لکھی اور وہ چیزیں اس میں شامل کیں جن کی طرف مرزوقی کی توجہ نہیں تھی ۔ خاص طور پر شعراء کے حالات اور واقعات کا پس منظر اور عروض کے ہلکے پھلکے حوالے اور شعراء کے ناموں کے اشتقاق وغیرہ ۔ تبریزی نے اپنی شرح کا دائرہ وسیع کر کے اسے مرزوقی کی شرح کے مقابلے میں زیادہ مفید بنا لیا ۔

یہاں یہ ذکر بھی بے محل نہ ہوگا کہ تبریزی اور مرزوقی کی شرحوں میں دیوان الحماسہ کے متن میں کچھ اختلاف موجود ہے ۔ مرزوقی کی شرح میں بعض شعراء کا ذکر اصلاً موجود ہی نہیں اور بعض شعراء کے اشعار تبریزی کے روایت کردہ اشعار سے کم ہیں ۔ البتہ مولانا فیض الحسن کے سامنے کیونکہ تبریزی کی شرح تھی اس لیے دیوان الحماسہ کے متن کی حد تک مولانا نے کلی طور پر تبریزی کا تتبع کیا ہے ۔

**شارح تبریزی کی نقالی :**

یہ انتہائی عجیب بات ہے کہ تبریزی نے بے شمار جگہوں پر لمبی لمبی عبارتیں لفظاً مرزوقی سے نقل کی ہیں لیکن حوالہ نہیں دیا اور قسم کھانے کو ساری شرح میں صرف چند جگہوں پر اس کا تذکرہ کر دیا ہے حالانکہ خود ان کے اپنے قول کے مطابق ''النادر کالمعدوم''۔ یہی نہیں بلکہ مقدمہ میں بھی اس بات کا تذکرہ نہیں کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کہ میں نے بہت سی جگہوں پر مرزوقی ہی کی عبارات نقل کر کے کام چلایا ہے۔ اپنی اس کوتاہی کے باوجود خود مرزوقی پر الزام عائد کیا ہے کہ وہ دوسرے علماء کی عبارتیں لیتے ہیں اور ان کا ذکر نہیں کرتے۔ اس بات کا ذکر کر کے عبدالسلام ہارون شرح مرزوقی کے مقدمے میں لکھتے ہیں: تعجب اس بات پر ہے کہ تبریزی اُن لوگوں پر نوحہ کرتا ہے جو علماء سے حوالے لے کر ان کا ذکر نہیں کرتے مثلاً حماسی نمبر ۸۹ کے تیسرے شعر کی شرح کرتے ہوئے لکھتا ہے: قال المرزوقی "و ذکر بعض المتأخرین - یعنی ابن جنی - ولم ینصفه حیث لم یسمه فی کتابه" لیکن خود اسی بات کا بے شمار جگہ مرتکب ہوا ہے۔

یہی نہیں کہ تبریزی نے مرزوقی کے بارے میں یہ رویہ اختیار کیا ہے بلکہ خود ابن جنی جس کی حمایت کرتے ہوئے مرزوقی پر اعتراض کیا ہے اس کی کتاب المبہج (صفحہ ۱۴) سے (بلعنبر) کے بارے میں پوری تفصیلات اخذ کر کے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنی عبارت میں ملایا ہے۔ فقط چند کلمات تبریزی کے اپنے ہیں باقی تمام ابن جنی کے ہیں۔ لیکن ابن جنی کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ گویا دوسروں کو نصیحت خود میاں فصیحت!

تبریزی کا یہ انداز معلوم کر کے پڑھنے والا اس سے بدگمان ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ خیال یہ گزرتا ہے کہ اس وقت جو تبریزی کی شرح ہے اس میں مرزوقی اور دیگر شارحین کی عبارتوں کے بے شمار اقتباس ہیں لیکن بعض بعض جگہ عبارتیں تبریزی کی اپنی معلوم ہوتی ہیں۔ ممکن ہے اگر باقی غیر مطبوعہ شرحیں چھپ جائیں اور موازنہ کا موقع آئے تو جو عبارتیں اس وقت تبریزی کی معلوم ہوتی ہیں ان کے بارے میں بھی یہ بات ثابت ہو جائے کہ وہ بھی دیگر شارحین کے اقتباس ہیں!

**نقل را عقل باید:**

شارح تبریزی نے ایک اور ایسی حرکت کی ہے جس سے اس کی قد آور شخصیت ریزہ ریزہ ہوتی محسوس ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مجمع بن ہلال کی نظم (تبریزی میں نمبر ۲۴۸ اور مرزوقی میں ۲۴۷) کے شعر نمبر ۵ کا دوسرا مصرع مرزوقی نے یوں روایت کیا ہے :

ع وقد ضمھا من داخل الخلب مجزع

اسی مصراع کو تبریزی نے یوں روایت کیا ہے :

ع وقد ضمھا من داخل القلب مجزع

تبریزی نے یہ مصراع لکھ کر اس کے نیچے شرح کرتے ہوئے کہا ہے : و قولہ : "من داخل الخلب بین بہ منشأ الجزع و مقرہ" اور یہ الفاظ سارے مرزوقی کے ہیں ۔ اس شریف آدمی نے یہ نہیں دیکھا کہ میں نے کلمہ "الخلب" لکھا ہی نہیں اور تشریح میں اسی سے عبارت کا آغاز کر رہا ہوں ۔

یہ مثال ایک ہی نہیں بلکہ نظم نمبر ۲۵۶ (مرزوقی کے ہاں ۲۵۵) میں ابن السالانی کے شعر نمبر سات کا پہلا مصراع مرزوقی کے ہاں یوں ہے :

ع علیھا دلیل بالبلاد نہارہ

جبکہ تبریزی کے ہاں یہ یوں ہے :

ع علیھا دلیل بالفلاۃ نہارہ

لیکن تبریزی اس کی شرح یہ لکھتے ہیں : "و بالبلاد یرید بھا فی البلاد" یہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ مرزوقی نے اسے یوں لکھا ہے :

و بالبلاد أراد بہ فی البلاد

مولانا فیض الحسن تبریزی کی یہ کوتاہی نوٹ نہیں کر پائے ، شاید اس لیے کہ ان کے سامنے اس وقت شرح مرزوقی نہیں تھی ، ورنہ وہ اس کا بھی ضرور ذکر کرتے جیسے وہ جابجا دیگر اغلاط وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں ۔

مندرجہ بالا حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے احمد امین نے جو شرح مرزوقی کی تعریف لکھی ہے وہ قابل توجہ ہے ۔ فرماتے ہیں : میں نے ادب کے مطالعے کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



آغاز میں تبریزی کی شرح دیوان الحماسہ پڑھی تو مجھے اس نے کچھ متاثر نہ کیا کیونکہ تبریزی ادیب ہونے سے زیادہ نحوی اور لغوی ہے۔ میں اس کی شرح کئی دفعہ پڑھتا تھا لیکن مجھے اس بات کی تشنگی رہتی کہ شعر کے صحیح معنے کیا ہیں۔ اس لیے کہ تبریزی اصل معانی سے ہٹ کر اور طرف بہہ جاتا ہے۔ لیکن جب شرح مرزوقی پڑھی تو پھر وہ کمی دور ہوئی جس کا مجھے ہر وقت احساس رہتا تھا۔"

محسوس یہ ہوتا ہے کہ تبریزی نے مختلف کتابوں سے بے شمار اقتباس لے کر اپنی کتاب کو ضخیم تو بنا لیا لیکن ان باتوں میں باہمی ربط و ضبط پیدا کرنا، جو مصنف کا اپنا کمال ہوتا ہے، اس سے تبریزی قاصر رہا اور پڑھنے والے کو یہاں تک کہ احمد امین جیسے اہلِ زبان عالم کو بھی یہ شرح تسکین بہم نہ پہنچا سکی۔

(۳) الفیضی :

اس کتاب کے محاسن و معایب کا تفصیلی تذکرہ تو ہو چکا۔ یہاں ہم یہ ذکر کرتے ہیں کہ اس کا انداز کیسا ہے۔ اس کا انداز تبریزی سے ملتا جلتا ہے لیکن مولانا نے تبریزی میں جو افراط و تفریط دیکھی تھی اپنی کتاب میں حتی الامکان اس سے اجتناب کیا ہے۔ مولانا مفردات کو سیاق و سباق کے حوالے ہی سے سمجھاتے ہیں اگر کوئی اضافی بات لاتے ہیں تو وہ بھی سیاق کلام سے بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق رکھتی ہے۔ اس سے شرح میں یہ صفت پیدا ہو گئی ہے کہ غیر ضروری کلمات وغیرہ سے مبرا فقط متعلقہ مفہوم کے اردگرد رہنے سے قاری کی دلچسپی مکمل طور پر قائم رہتی ہے۔ جبکہ تبریزی اور مرزوقی لفظی اور معنوی شرح میں اکثر اوقات بات کو اتنا طول دیتے ہیں کہ قاری اکتاہٹ محسوس کرنے لگتا ہے۔ یہاں وہی انداز محسوس ہونے لگتا ہے جو سبعہ معلقات کی شرح میں نحاس نے اپنا رکھا ہے۔ ان بزرگوں کی نحویت اور لغویت ادبیت پر غالب ہے اس کا مظاہرہ وہ اپنی شروح میں بھی نادانستہ طور پر کرتے محسوس ہوتے ہیں۔

مولانا فیض الحسن نے اشعار کے پس منظر اور شعراء کے تراجم وغیرہا میں سے کئی چیزیں تبریزی سے لی ہیں اور اس بات کا وہ بالالتزام ذکر کرتے ہیں لیکن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



دیگر بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو ان کے مطالعے اور تحقیق کی مرہون منت ہیں ۔

مولانا فیض الحسن کی شرح اگرچہ ضخامت میں مرزوقی اور تبریزی کی شروح سے کافی کم ہے لیکن یہ اپنے اندر ان دونوں شروح کے محاسن بدرجہ اتم سمیٹے ہوئے ہے اور پھر ان کوتاہیوں کو الگ کر کے بہت سی نئی باتوں کا اضافہ بھی کیا ہے جن سے بحیثیت مجموعی ان کی شرح زیادہ مفید اور زیادہ رنگ برنگ معلومات کا مرقع بنی ہوئی ہے ۔

**(۴) الوصالہ القادریۃ :**

یہ ہندوستانی عالم عبدالقادر بن شیخ لقمان کی شرح ہے جو ۱۲۹۹ء میں شائع ہوئی ۔ اس میں تمام متن درمیان میں ہے جبکہ اردگرد حواشی پر سب تشریحی نوٹ ہیں ۔ اس کے کل صفحات ۳۵۶ ہیں ۔ اس کے اختتام پر مفردات کے معانی انگریزی میں دیئے گئے ہیں ۔کتاب کے آغاز میں حواشی بھرپور لکھے ہیں جو آخر تک پہنچتے پہنچتے کافی کم ہو گئے ہیں ۔ باب الحماسہ کی شرح میں کافی زور لگایا گیا ہے ۔ مفردات کے معانی قبائل کا مختصر تعارف اور کسی کسی جگہ اشعار کے سلیس عربی میں معانی بھی لکھے ہیں لیکن الفیضی کے مقابلے میں بحیثیت مجموعی یہ کوشش بہت مختصر ہے ۔ اس کی کتابت بہت خوبصورت ہے ۔ متن جلی قلم سے لکھا گیا ہے اور حاشیہ باریک قلم سے لیکن بہت خوبصورت اور صاف ستھرا ہے ۔ کوئی حرف پڑھنے میں دقت نہیں ہوتی ۔ اس کا سر ورق خوبصورت منقش بیل سے آراستہ کیا گیا ہے اور اوپر موٹے قلم سے لکھا ہے :

قل فأتوا بسورة من مثله ان كنتم صدقين

اگر یہ چیلنج سرورق اورکتابت وغیرہ کے بارے میں ہے تو واقعی ہندوستان کی کوئی بھی مطبوعہ شرح حماسہ آج تک ویسی لکھی ہوئی نہیں اور محتویات بھی اس دعوے میں شامل ہیں تو پھر ہم کچھ نہیں کہتے ایک نظر الفیضی کو دیکھ لیا جائے تو دعوے کا بخوبی بطلان ہو جائے گا ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



**(۴) تسہیل الدراسہ :**

یہ مولانا فیض الحسن کے ہمعصر مولانا ذوالفقار علی دیو بندی کی شرح ہے۔ عربی زبان و ادب کے استاد کی حیثیت سے ان کی کافی شہرت ہے۔ سرورق پر اس کتاب کا نام تسہیل الدراسہ فی شرح الحماسہ لکھا ہے لیکن اندر دیباچے میں ''تسہیل الدراسۃ الی ترجمۃ الحماسہ''۔ اس کی اندرونی شرح و بسط کے لحاظ سے دوسرا نام ہی ٹھیک ہے۔ یہ عملاً مولانا فیض الحسن کی شرح سے عربی مفردات نقل کر کے اور ان کی سلیس عربی کا اُردو میں ترجمہ کر کے تیار کی گئی ہے۔ خود انھوں نے دیباچے میں ذکر کیا ہے کہ میں نے الفیضی سے استفادہ کیا ہے اور ساتھ فیضی پر الزام لگایا ہے کہ اس میں مولانا فیض الحسن نے بہت سی باتوں کو غیر ضروری طول دے دیا ہے لیکن جواباً ان پر یہ اعتراض آتے ہیں کہ انھوں نے اپنی کتاب کو غیر ضروری حد تک مختصر کر دیا ہے اور دوسرا اعتراض یہ ہے کہ انھوں نے بہت سی باتیں مولانا فیض الحسن ہی کی نقل کر دی ہیں اپنی کوشش نسبتاً بہت کم ہے۔

**نقل بغیر عقل :**

مولانا فیض الحسن کی شرح کے بارے میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ اس کی کتابت کے بعد کسی نے اسے توجہ سے نہیں پڑھا اس لئے اس میں بعض بہت عجیب عجیب اغلاط رہ گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کلمہ غیث کو ضبط کرتے ہوئے لکھتے ہیں : بالمعجمۃ و تشدید التحتانیۃ فالمھملۃ یعنی الثاء المثلثۃ کی جگہ مہملۃ لکھ گئے ہیں۔ (نظم نمبر ۶۰ شعر نمبر ۴) مولوی ذوالفقار علی نے ایسے ہی اسے اپنی شرح میں نقل کر دیا ہے۔ (تسہیل الدراسۃ ص ۶)

**(۶) شرح اعزاز علی :**

مولوی اعزاز علی اور مولوی ذوالفقار کی شرحیں مدارس دینیہ میں بہت مقبول ہوئیں اور انھیں سب سے اچھی شرحیں سمجھا گیا لیکن اللہ جانتا ہے کہ یہ شرحیں اصلا مولوی فیض الحسن کی شرح کے ترجمے اور اقتباس ہیں جن کو ان دونوں شیوخ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ادب نے معمولی قطع و برید کے بعد اپنے نام پر شائع کر کے خوب شہرت اور دولت کمائی ۔ اصلا مقبول تو مولوی فیض الحسن کی شرح ہوئی اور شہرت مولوی اعزاز علی نے پائی ۔ تبریزی نے مرزوقی کے ساتھ جو کیا سو کیا لیکن جو مولوی اعزاز علی نے مولوی فیض الحسن شرح سے کیا وہ بالکل ہی منفرد طرزِ عمل ہے ۔ اس اجمال کی سلسلہ وار تفصیل یوں ہے :

(الف) مولوی اعزاز علی کی تمام شرح الا ماشاء اللہ مولوی فیض الحسن کی شرح سے ماخوذ ہے لیکن مقدمے میں کہیں ایک جگہ بھی اس کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا ۔

(ب) مفردات کے معانی مولوی فیض الحسن ہی کے نقل کر دیئے گئے ہیں بغیر ان کا ذکر کئے ۔

(ج) عربی اشعار کو جو مولانا نے سلیس عربی میں ڈھالا وہ عبارت بھی اسی طرح لفظاً نقل کر دی ہے اور حوالہ پھر کوئی نہیں ۔

(د) قبائل کے بارے میں جو واقعات یا جنگوں کے قصے ہیں انھیں بھی مولانا سے اخذ کیا گیا ہے اور یہ بھی بغیر حوالے کے ۔

(ہ) مولانا فیض الحسن کا سلیس عربی میں ترجمہ اردو میں منتقل کر دیا ہے ۔

(و) کسی کسی جگہ مولانا فیض الحسن کی عبارت پسند نہیں آئی تو اسے چھوڑ دیا اور اتنے حصے کی عبارت لفظا تبریزی سے نقل کر لی مثلاً نظم نمبر ۱۷ شعر ۷ کی عبارت ۔ اسی طرح نظم نمبر ۱۴ کے آخری شعر کی سلیس عربی ۔ پھر نظم نمبر ۲۰۰ کے شعر نمبر ۴ کی لفظی وضاحت کر کے مولانا فیض الحسن نے لکھ دیا "المعنی واضح" اس سے مولوی اعزاز علی نے اس کی سلیس تبریزی سے نقل کر لی ہے گویا مولانا اعزاز علی نے بھرپور کوشش کی ہے کہ انھیں خود کوئی عربی عبارت نہ بنانی پڑے ۔ لکھی لکھائی عبارتیں جمع کر کے نام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کرایا جائے ۔

(ز) ایک شعر کے بارے میں مولانا فیض الحسن مختلف روایات لا کر ان کے معانی بتاتے ہیں جو طلبہ کے لئے انتہائی ضروری اور مفید طریقہ ہے لیکن مولوی اعزاز اور مولوی ذوالفقار نے اس کو غیر ضروری اور خواہ مخواہ کی طوالت جانتے ہوئے ایک ایک روایت لی ہے اور باقی چھوڑ دی ہیں ۔ مثلاً نظم نمبر ۸۵ میں '' ذا لـمـنـکـب'' کے ساتھ ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے لیکن مولوی اعزاز علی اور مولوی ذوالفقار علی نے یہ روایات کا اختلاف غیر ضروری سمجھتے ہوئے چھوڑ دیا ہے ۔ نظم نمبر ۱۱۴ میں بھی یہی حال ہے ۔

(ح) کند ہم جنس باہم جنس پرواز : تبریزی نے مرزوقی کی نقل کرتے ہوئے عقل استعمال نہ کی مولوی اعزاز علی نے بھی مولوی فیض الحسن کی نقل کرتے ہوئے یہی بے عقلی کی ہے ۔ نظم نمبر ۵۳ کی شرح میں مولانا فیض الحسن نے اغانی سے ایک واقعہ نقل کیا ہے ۔ اس میں کبشۃ بنت معدیکرب نے اپنے بھائی کو اس بات پر غیرت دلائی ہے کہ اپنے بھائی کے قتل پر دیت لے کر قاتلوں کو چھوڑنے کا ارادہ نہ کر بیٹھے ۔

قصہ یوں تھا کہ بنی مازن نے عمرو بن معدیکر کے بھائی عبداللہ کو ہلاک کر دیا تھا اور بعد میں عمرو سے ڈرتے ہوئے خود دوڑے دوڑے اس کے پاس آئے اور کہنے لگے : ان أخـاک قـتـلـه رجـل مـنـا سـفـيـه سـكـران فـنـسـألـک الـرحـم الا اخـذت الـديـة مـا أجـبـت ! یہ اغانی سے ماخوذ ہے جہاں ''والا أخـذت الـديـة'' ہے ۔ اسی طرح عبارت واضح ہوتی ہے لیکن الفیضی میں جو کاتب سے ''واو'' رہ گئی ہے اسے مولوی اعزاز علی نے بھی حذف کر دیا ہے ۔ عبارت درست کرنے کی کوشش نہیں کی ۔ (الأغانی ۱۵ : ۲۳۹ - الحماسية رقم ۵۳ من باب الحماسة)

اسی طرح نظم نمبر ۱۱۲ کے آخری شعر میں کلمہ ''العاصب'' (بتقديم العين) کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



شرح کرتے ہوئے یہ کلمہ الفیضی میں غیر واضح سا لکھا گیا ہے مولوی اعزاز علی نے نقل کرتے ہوئے بغیر تحقیق کیے اسے صاحبھا بنا لیا ہے حالانکہ اصل "عاصبھا" ہے۔ جبکہ مولوی اعزاز علی نے اردو میں عاصبھا کا ترجمہ کیا ہے۔

ایک اور دلچسپ غلطی یہ سرزد ہوئی ہے کہ نظم نمبر ۲۰۱ کے آخری کلمہ "حجب" کا واحد "الحجاب" بتاتے ہوئے مولانا فیض الحسن نے جو اس کے معانی لکھے ہیں اُن میں کتابت کی صریح غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ مولانا لکھتے ہیں: "و حجاب وھو اللحمۃ الرقیقہ مستبطنہ للجنین۔ لیکن مولانا کے مرجع "القاموس المحیط" میں اس کے معنے یوں ہیں: لحمۃ رقیقۃ مستبطنۃ بین الجنبین (تحول بین السحر والعقب) یہی معنے صاحب اللسان نے بھی لکھے ہیں۔ اب ان شیوخ ادب کی احتیاط ملاحظہ ہو کہ بغیر غور کیے کہ آیا یہاں "جنین" (ماں کے پیٹ میں چھپا ہوا بچہ) کا کوئی موقع ہے بھی یا نہیں اس کلمہ کو جنین پڑھا اور اسی طرح لکھ دیا۔ اس کوتاہی میں مولوی ذوالفقار علی اور مولوی اعزاز علی دونوں شامل ہیں۔

ان ساری باتوں کے ہوتے ہوئے مولوی اعزاز علی کی شرح کا مولوی فیض الحسن کی شرح سے کیا موازنہ ہو سکتا ہے! اس کی تعریف یا مذمت کیسے ممکن ہے جبکہ اس کے مطالعے سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ اصلاً یہ سب کچھ مولوی فیض الحسن ہی کا ہے سوائے چند باتوں کے جو تبریزی سے اخذ کی گئی ہیں۔ اب اگر کسی بات کی تعریف کرتے ہیں تو وہ بالواسطہ مولانا فیض الحسن کی شرح ہی کی تعریف ہے جو ہم بہت کر چکے اور اگر کوئی عیب نکالتے ہیں تو وہ بھی الفیضی ہی کا ہوگا اور یہ کام بھی ہم کر چکے۔ البتہ آخر میں مفتی جمیل احمد صاحب کے اس قول سے بات ختم کرتے ہیں جو انھوں نے راقم سے بالمشافہ گفتگو کے درمیان فرمائی تھی:

"شرح الفیضی تو شرح ہے لیکن ذوالفقار علی اور اعزاز علی کی تو کوئی شرح ہی نہیں۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



# حوالہ جات

١- القاموس المحیط ٢ : ٢٠٨ "حمس" -
٢- التاج ٣ : ١٣٢ ، اللسان ٦ : ٥٨ -
٣- اللسان ٦ : ٥٧ - التاج ٣ : ١٣٢ -
٤- منتهی الارب ١ : ٣٢٩ - صراح : ٢٣٧ -
٥- التاج ٣ : ١٣٢ - Dictionary of Arabic Persian and English - 2 : 1232
٦- مد القاموس ١ : ٦٣٣ -
٧- Arabic English Dictionary 296-7
٨- اساس البلاغة : ٩٣ -
٩- کتاب المحبر : ١٧٨ -
١٠- الصحاح ٢ : ٩١٧ -
١١- جمهرة اللغة ٢: ١٥٦ -
١٢- لسان العرب ٦ : ٥٨ -
١٣- شرح دیوان الحماسة ١ : ٢١ -
١٤- شرح دیوان الحماسہ للمرزوقی ١ : ٢١ -
١٥- شرح دیوان الحماسہ للتبریزی صفحہ ٢ ، ٣ -
١٦- البقرة ٢ : ١٨٩ -
١٧- دیوان الحماسہ ، باب المراثی صفحہ ٣١٠ -
١٨- معلقہ زہیر بن أبی سلمی -
١٩- مسدس حالی صفحہ ٢٧ - ٢٨ -
٢٠- الصحاح "دون" -
٢١- جمهرة اللغة "دون" -
٢٢- لسان العرب "دون" -
٢٣- المصباح المنیر : ٢٧٨ - القاموس المحیط میں فیروز آبادی نے بھی یہی باتیں لکھی ہیں -
٢٤- مد القاموس ٢ : ٩٣٨ -
٢٥- التاج "دون" -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



۲۶- شفاء الغلیل ۸۲ ، ۸۳ -
۲۷- دراسة فی حماسة ابی تمام صفحہ ۱۵ ، ۱۶ -
۲۸- دمشق سے آٹھ فرسخ پر طبریہ کی جانب ہے - سام بن نوح کے پوتے جاسم بن ارم یہاں آ کر آباد ہوئے انہی کے نام پر اس کا نام رکھا گیا (البلدان ۲ : ۸)
۲۹- کشف الظنون ۱ : ۷۷۱ ، ۷۷۲ -
۳۰- معجم البلدان ۲ : ۸ -
۳۱- ابن عنین چھٹی صدی ہجری کے اواخر میں تھا - انتہائی شدید اور کثرت سے ہجو کرنے والا شاعر تھا کوئی قسمت والا ہی اس کی ہجو سے بچتا تھا - ایسے شخص کا ابو تمام کو ہدیۂ تبریک پیش کرنا بڑی نادر مثال ہے - اس کا دیوان پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے جو ہجووں کا ذخیرہ ہے -
۳۲- وفیات الأعیان ۱ : ۳۳۴ تا ۳۳۹ بتحقیق محی الدین عبدالحمید -
۳۳- شرح الحماسہ للتبریزی ص ۲ -
۳۴- وفیات الاعیان ۱ : ۳۳۸ -
۳۵- دراسة فی حماسہ ابی تمام ۱۳ ، ۱۴ -
۳۶- شرح دیوان الحماسہ ۱ : ۱۳ -
۳۷- شرح دیوان الحماسہ ۱ : ۱۴ -
۳۸- الکشاف ۱ : ۳۵ -
۳۹- شرح دیوان الحماسہ للتبریزی ص ۳ -
۴۰- وفیات الأعیان ۱ : ۳۳۴ تا ۳۳۹ -
۴۱- مقدمہ شرح الحماسہ للتبریزی از عبدالحمید صفحہ ۷ -
۴۲- من حدیث الشعر و النثر ص ۱۰۰ -
۴۳- اس کا مکمل نام "ابو تمام الطائی" از الخضر الطائی ہے -
۴۴- مقدمہ شرح تبریزی للحماسہ ص ۵ ، ۶ -
۴۵- بحوالہ کشف الظنون ۱ : ۶۹۱ - ذیل کشف الظنون ۱ : ۳۲۲ -
۴۶- بحوالہ ہدیۃ العارفین ۲ : ۱۵۹ ، ذیل کشف الظنون ۱ : ۳۲۲ ، کشف الظنون ۱ : ۶۹۱ مقدمہ شرح الحماسہ للتبریزی و مقدمہ شرح الحماسہ للمرزوقی -
۴۷- کشف الظنون ۱ : ۶۹۲ - مقدمہ شرح الحماسہ للتبریزی ص ۱۰ -
۴۸- وفیات الاعیان ۳ : ۴۰۴ ، ۴ : ۴۰۳ ، ۵ : ۳۸۰ یہاں ان کا ضمناً ذکر آیا ہے مستقل ترجمہ نہیں لکھا گیا -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



۴۹- کشف الظنون ۱ : ۶۹۳ -

۵۰- یہ انتخاب ابو بکر محمد اور ابو عثمان سعید ابنا ہاشم بن وعلۃ کا ہے - ان کی نسبت اپنے گاوں الخالدیۃ کی طرف ہے جو موصل میں ہے - بڑا بھائی ابو بکر محمد متوفی ۳۸۰ تھا جبکہ ابو عثمان سعید متوفی ۳۹۱ھ چھوٹا تھا - دونوں بھائی بہت عمدہ شاعر تھے- دونوں ایک معیار کے تھے اور دونوں بہت مشہور تھے - تمام عمر اکھٹے رہے اور مل کر کتابیں لکھتے رہے - شعر و شاعری بھی دونوں مل کر کرتے تھے - کبھی سفر و حضر میں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوئے - دونوں کی تصانیف اور اشعار اس طرح روایت ہوتے چلے آ رہے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کی تصنیف اور کلام ایک دوسرے سے الگ نہیں پہچانا جا سکا - چنانچہ جب بھی ان دونوں کے بارے میں کچھ کہا جاتا ہے تو ایک اکائی کی حیثیت سے ذکر ہوتا ہے - آثار سے لوگ اندازہ کرتے ہیں کہ دونوں بھائی جوانی کے آغاز ہی میں بغداد آئے اور تحصیل علم میں مشغول رہے - ان کے بارے میں کوئی تفصیلی خبریں میسر نہیں - البتہ اتنی اطلاع ملی ہے کہ یہ حلب کے حکمران سیف الدولہ بن حمدان کے ہاں اس وقت موجود تھے جب وہاں متنبی ہوتا تھا - (یعنی ۳۳۷ تا ۳۴۶) وہ اس کے خاص شعراء میں شمار ہونے لگے - پھر ان کا تعلق ابو اسحاق الصابی اور وزیر المھلبی متوفی ۳۵۲ھ سے بھی رہا اس کے بعد دونوں کے حالات پردۂ خفا میں ہیں - (معجم البلدان ۲ : ۳۹۰ الوافی بالوفیات ۵ : ۱۳۵ ، مقدمہ الأشباہ ص ب ، ج وفیات الأعیان ۳ : ۳۰۴ بتحقیق احسان عباس) الاکمال ۷ : ۲۹۲ (منیہ کے ضمن میں) ۶ : ۳۰۵ (عوام کے ضمن میں)

۵۱- نزھۃ الألباء ص ۳۸۵ -

۵۲- بغیۃ الوعاۃ ص ۳۰۷ ، مرآۃ الجنان ۳ : ۲۷۵ -

۵۳- الفیضی ص ۲ -

۵۴- الفیضی ص ۳ -

۵۵- مولانا اصلاحی مولانا فراہی کے شاگرد ہیں - ان سے ملاقات ہربنس پورے میں ہوئی جہاں وہ اپنے داماد کے پاس رہتے ہیں - انھوں نے راتوں رات لکھے جانے کا ذکر کیا تھا اگرچہ یہ بعید لگتا ہے - شاید ان کی مراد ممکنہ سرعت ہو -

۵۶- الفیضی ص ۳ -

۵۷- الثقافۃ الاسلامیہ فی الھند ص ۵۵ -

۵۸- اخبار شفاء الصدور میں یہ باتیں لکھی ہیں - شفاء الصدور اورینٹل کالج کا عربی اخبار تھا جو مولوی فیض الحسن لکھا کرتے تھے -

© rasailojaraid.com